وہی راستہ
وہی منزل میری

مریم عزیز

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

پودوں کو پانی دینے کے ساتھ ساتھ اس کی گنگناہٹ بھی جاری تھی جبکہ برآمدے میں بیٹھے منظور صاحب تھوڑی تھوڑی دیر بعد اخبار سے نظر ہٹا کر اسے بھی دیکھ لیتے تھے اور ان کے چہرے کی مسکراہٹ بھی گہری ہوتی جاتی تھی۔ نل بند کرکے پائپ سمیٹ کر اس نے صحن میں وائپر لگایا اور اپنے کپڑے جھاڑتی ہوئی منظور صاحب کے پاس والی کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ وہ اخبار میز پر رکھ کر کھڑے ہوگئے۔

"آپ کہیں جارہے ہیں؟" وہ موبائل اسکرین پر نظریں جمائے مصروف انداز میں بولی۔

"ہاں سوچ رہا ہوں حمید اللہ کی طرف چکر لگا آؤں' صبح سے اس کے دو فون آچکے ہیں۔"

"بابا روزانہ ہی تو آپ انکل سے ملتے ہیں' کم از کم سنڈے کو تو رہنے دیں۔" اس نے کہتے ہوئے افسوس سے موبائل اسکرین کو دیکھا' اس کا گیم دوسرے راؤنڈ میں ہی ختم ہوگیا تھا۔

"مجبوری ہے بیٹا! اس کو کچھ مشورہ کرنا تھا' نادیہ کا کوئی پروپوزل آیا ہے۔"

"ہیں!" اب کی بار اس نے موبائل بند کردیا۔ "کب" وہ جتنا حیران ہوتی اتنا ہی کم تھا' کیوں کہ نادیہ اس کی بیسٹ فرینڈ تھی' ایک دوسرے کے دن رات کی خبر رہتی تھی اور یہ پروپوزل اسے تو قطعی اس کی خبر نہیں تھی۔

"چلیں میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔"

"اس سے اچھی بات اور کیا ہوگی۔" وہ اس کا ساتھ چلنے کا سن کر خوش ہوگئے تھے۔

☼ ☼ ☼

"ارے آج تو کچھ بانٹنا چاہیے' ہماری بیٹی آئی ہے۔" اسے دیکھ کر حمید اللہ انکل بڑے بے ساختہ انداز میں بولے تھے کیوں کہ اتنے مراسم ہونے کے باوجود وہ بہت کم ان کے گھر جاتی تھی' زیادہ تر نادیہ ہی اس کے پاس آتی تھی۔ وہ کچھ دیر تو نادیہ کی بہنوں کے ساتھ باتیں کرتی رہی لیکن جب کافی دیر تک نادیہ کی آمد کے آثار دکھائی نہ دیے تو وہ خود اٹھ کر نادیہ کے کمرے کی طرف چل دی۔

دروازہ کھولتے ہی اس کی پہلی نظر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے نادیہ پر پڑی جو آنکھیں بند کیے پتا نہیں کن سوچوں میں گم تھی۔ دروازہ کھلنے پر اس نے آنکھیں کھولیں اور حب

مکمل ناول

پر نظر پڑتے ہی وہ تیزی سے بیڈ سے اتری اور اس کے گلے لگ گئی۔

"تم کب آئیں' مجھے پتا ہی نہیں چلا۔" وہ اب اس سے الگ ہو کر پوچھ رہی تھی۔

"مجھے تو آئے ہوئے آدھ گھنٹہ ہو گیا ہے۔ تمہیں ہی توفیق نہیں ہوئی کہ کمرے سے باہر جھانک لو۔"

"مجھے لگا ابو کے مہمان ہیں۔"

"تمہارا کوئی پروپوزل آیا ہے؟" کچھ بھی سخت سست کہنے سے پہلے اس نے تصدیق کرنا ضروری سمجھا تھا۔

"ہاں۔"

"حمزہ کا۔" نادیہ کا سر نفی میں ہلا تھا۔

"تو پھر؟" حبہ حیران ہوئی۔

"پھوپھو تبسم کے بیٹے کا۔"

"وہ...." حبہ کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا' لیکن اس کے برعکس نادیہ کا چہرہ سپاٹ تھا۔

"یقیناً" انکل نے انکار کر دیا ہو گا؟" اس کے پر یقین انداز پر نادیہ کا سر نفی میں ہلا۔

"تو تم نے منع کر دیا؟"

"مجھ سے کسی نے پوچھا ہی نہیں۔"

"کیا مطلب پوچھا ہی نہیں۔ شادی تمہیں کرنی ہے اور تم سے ہی نہیں پوچھا۔" حبہ کو برا لگا تھا۔

"میں نے امی سے کہا تھا کہ مجھے پسند نہیں تو انہوں نے پہلے تو مجھے کافی باتیں سنائیں پھر یہ کہہ کر چلی گئیں' جو پسند ہے اپنے باپ کو بتا دو۔"

"ہاں تو ٹھیک ہے نا تم انکل کو بتا دو۔ تم کسی اور کو پسند کرتی ہو۔"

"یہ اتنا آسان نہیں جتنا تم سمجھ رہی ہو' جس طرح تم انکل سے فرینک ہو' ان سے ہر بات کر لیتی ہو' میں تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتی۔ تم جانتی ہو ہم تینوں بہنیں شروع سے ہی ابو سے کتنا ڈرتی ہیں اور امی سے بات کی تو انہوں نے بھی یوں ری ایکٹ کیا جیسے میں نے پتا نہیں کتنا بڑا گناہ کر دیا ہو۔"

اب کی بار وہ ضبط کھو بیٹھی تھی' حبہ کتنی دیر خاموشی سے اسے دیکھتی رہی لیکن جب اس کا رونا بند نہیں ہوا تو اسے بولنا پڑا۔

"نادیہ پلیز۔ تم رونا بند کرو۔" کہتے کے ساتھ اس نے نرمی سے اس کے آنسو صاف کیے۔

"اگر تم کہو تو میں پاپا سے بات کروں' وہ انکل کو سمجھائیں۔" نادیہ نے روتے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔

"کوئی فائدہ نہیں۔ میں جانتی ہوں اپنے گھر والوں کو اگر انکل نے ابو سے بات کی تو وہ اسے انا کا مسئلہ بنا لیں گے اور ضد میں میری شادی وہیں کریں گے اور میں بے حیا' بے شرم کہلائی جاؤں گی وہ الگ....." حبہ بہت کچھ بولنا چاہتی تھی لیکن یہ بات اس کی نہیں نادیہ کی ہو رہی تھی اور نادیہ اپنی جگہ صحیح تھی۔ اس نے گہرا سانس لیا اور بولی۔

"تم نے خضر کو بتایا؟"

"نہیں۔ کیا فائدہ کچھ ہونا تو ہے نہیں۔"

نادیہ کے مایوس لہجے پر اسے غصہ آگیا تھا۔

"تم پہلے سے ہی سب فرض کر کے بیٹھ گئی ہو کہ ایسا نہیں ہو سکتا' ہونے کو تو کچھ بھی ہو سکتا ہے ہمت ہونی چاہیے۔"

اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتی نادیہ کی چھوٹی بہن اندر آ گئی تھی۔

"باجی کھانا لگ گیا ہے۔ امی آپ دونوں کو بلا رہی ہیں۔"

"تم جاؤ حبہ! مجھے بھوک نہیں۔"

"تمہاری ناراضی اپنے گھر والوں سے ہے اب کم از کم میرے لیے چلو اور کھانا کھاؤ اٹھو شاباش۔" حبہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا تو وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑی۔

☆ ☆ ☆

"پاپا دودھ۔" وہ گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر ان کے قریب بیٹھ گئی۔ انہوں نے کتاب سے نظر ہٹا کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"کیا کوئی بات کرنی ہے۔" اس کے یوں فرصت سے بیٹھنے پر انہوں نے مسکرا کر کہتے ہوئے کتاب بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور عینک اتار کر بغور اسے دیکھنے لگے تو ان کے اتنے صحیح اندازے پر اپنی جھینپ مٹانے کے لیے اس نے دودھ کا گلاس ان کے آگے کر دیا۔

"انکل نے جس پروپوزل کا مشورہ کرنے کے لیے آپ کو بلایا تھا بات ہوئی۔"

"ہاں حمید اللہ کی بہن کا بیٹا ہے۔"

"تو آپ نے کیا کہا انہیں؟" اس کے سوال پر انہوں نے کچھ حیرت سے اسے دیکھا۔

"مجھے کیا کہنا تھا۔ وہ اس کی بہن کا بیٹا ہے ان کا دیکھا بھالا ہے اور کیا چاہیے۔"

"پاپا!" حبہ جھنجلا کر بولی۔ کسی پرپوزل کو ایکسپٹ کرنے کے لیے یہ کون سا فارمولا ہے "اپنے ہیں۔" وہ منہ بگاڑ کر بولی۔

"مجھے تو انکل کی سمجھ میں نہیں آتی یہی سب کرنا تھا تو بیٹیوں کو پڑھانے کی کیا ضرورت تھی۔ پہلے ان کو شعور دلاتے ہیں اور جب اس شعور کو استعمال کرنے کا موقع آتا ہے تو والدین چاہتے ہیں دماغ اور آنکھیں بند کر لو اور جس کنوئیں میں ہم دھکا دے رہے ہیں' اس میں آنکھیں بند کرکے کود جاؤ۔"

اس کے اتنے غصیلے اور ناراض انداز پر منظور صاحب نے گلاس واپس رکھا اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔

"اپنوں میں شادی کرنا اندھا کنواں کیسے ہو گیا؟"

"پاپا! انکل یہ نہیں دیکھ رہے' اس کا بیک گراؤنڈ کیا ہے' اس کی تعلیم کیا ہے' نادیہ ایم اے کر رہی ہے اور وہ ایف اے' کوئی جاب نہیں کرتا۔ اسٹور ہے اس کے فادر کا جس میں اس کے دو بھائی اور حق دار ہوں گے' دو بہنوں کی شادی ہونے والی ہے۔ آپ تصور کرکے دیکھیں کیا فیوچر ہو گا نادیہ کا۔"

"کیا ماں باپ سے زیادہ کوئی اولاد کا بھلا سوچ سکتا ہے؟"

یہ کہتے ہوئے ان کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔

"جہاں تک تعلیم کی بات ہے۔ تعلیم بہت میٹر کرتی ہے لیکن ایسی تعلیم کا کیا فائدہ جو بیوی کو عزت نہ دے اور نہ کرواسکے اور رہی دولت تو وہ عورت کا نصیب ہوتی ہے اور اس کی کئی مثالیں ہیں' اکثر جھونپڑوں والی محلوں میں اور محلوں والیاں جھونپڑوں میں پہنچ جاتی ہیں۔"

"ہو سکتا ہے آپ کی یہ باتیں ٹھیک ہوں لیکن شادی کے لیے میرا نظریہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ شادی کے لیے کوالیفائیڈ اور امیر ہونا بہت ضروری ہے اور گڈ لکنگ تو مسٹ ہے۔" اس کے انگلیوں پر گنوانے پر منظور صاحب ہنس پڑے تھے۔

"پاپا! آپ انکل کو سمجھائیں کہ وہ یہ رشتہ نہ کریں۔"

"حبہ! کیسی بچوں جیسی باتیں کر رہی ہو' میں کیسے منع کر سکتا ہوں اور کس بنیاد پر۔"

"پاپا یہ جو میں نے آپ کو اتنے ریزن دیے ہیں ان کا کیا؟"

"وہ سب بچکانہ ہیں۔" حبہ خاموش ہو کر ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"اگر میں کہوں کہ وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے تو۔" منظور صاحب کی نظریں اس کے چہرے پر جم گئیں جو کہنے کے بعد اب نظریں گود میں رکھے ہاتھوں پر جمائے بیٹھی تھی۔

"کون ہے وہ؟"

"ہمارے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتا ہے سینئر ہے ہم سے نادیہ کو پسند کرتا ہے اور شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"اور نادیہ؟"

"جی وہ بھی' لیکن انکل سے بات نہیں کر سکتی اسے لگتا ہے۔ انکل نہیں مانیں گے اور اس کی جو بے عزتی ہو گی وہ الگ۔"

"ٹھیک کہتی ہے وہ۔"

"لیکن پاپا! یہ کوئی حل نہیں شادی خوشی کا دوسرا نام ہے اور وہ خوش نہیں۔ آپ پلیز انکل سے بات کریں۔"

اب کی بار وہ کچھ بولے نہیں لیکن سوچ کی پرچھائیاں ان کے چہرے پر واضح تھیں۔

"اگر وہ لڑکا واقعی مخلص ہے تو اس سے کہو' اپنا رشتہ بھیجے۔" کہہ کر وہ لیٹ گئے تھے۔

☆ ☆ ☆

"کل میں نے پاپا سے بات کی تھی تمہارے بارے میں۔" حبہ نے چپس کھاتے ہوئے نادیہ کو دیکھا جو بے دلی سے اسٹرا گلاس میں گھما رہی تھی۔

"میں نے انہیں حمزہ کے بارے میں بتادیا۔" نادیہ کی ساری بے دلی ہوا ہو گئی تھی' اس نے پوری آنکھیں کھول کر حبہ کو گھورا جو شرارتی انداز میں مسکرا رہی تھی۔

"تم نے انکل کو حمزہ کے بارے میں بتادیا اوہ میرے خدا! کیا سوچتے ہوں گے وہ میرے بارے میں اور اگر انہوں نے ابو سے کچھ کہہ دیا تو۔" نادیہ کا رنگ بالکل سفید پڑ گیا تھا۔

حبہ نے کولڈ ڈرنک کا لمبا سا گھونٹ پی کر اسے دیکھا۔

"پاپا ایسا کچھ نہیں کریں گے اور تم تو ایسے مر رہی ہو جیسے میں نے تم پر پتا نہیں کون سا ظلم کا پہاڑ توڑ دیا ہو۔ کیا تم حمزہ سے شادی نہیں کرنا چاہتیں؟

پاپا نے کہا ہے سے کہو' اپنا پرپوزل بھیجے پھر وہ کچھ کر سکیں گے۔"

"حمزہ تو یونیورسٹی نہیں آرہا اور شاید آئے بھی نہ کیونکہ

فائنل پیپرز قریب ہیں تو تقریباً" سب ہی گھر میں تیاری کررہے ہیں۔"

"تمہیں کم از کم اسے اس پرپوزل کے بارے میں تو بتانا چاہیے تھا۔ خیر تم اسے میسج کرکے کہو، تمہیں ملے۔ یہ بات آمنے سامنے بیٹھ کر ہی ہوسکتی ہے۔" نادیہ نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"تمہارا مطلب ہے کہیں باہر؟"

"نہیں تو کیا تمہارے گھر آئے گا وہ اور اتنے دیدے پھاڑ کر دیکھنے کی ضرورت نہیں وہ انسان ہے کوئی آدم خور نہیں جو تمہیں کھا جائے گا۔" نادیہ نے برا سا منہ بنا کر اسٹرا ہونٹوں سے لگالی۔

☼ ☼ ☼

دروازے کی بجتی گھنٹی سے اس کی نظر ایک پل کے لیے ٹی وی اسکرین سے ہٹی تھی۔ اور اگلے کچھ لمحوں میں تابش اندر داخل ہوا تھا۔

"السلام علیکم!" اسے دیکھ کر حبہ نے ٹی وی کی آواز کم کردی۔

"کیسی ہو؟" "تمہارے سامنے ہوں، کیسی لگ رہی ہوں۔" تابش نے زیر لب مسکراتے ہوئے اس کے دمکتے چہرے کو دیکھا۔

"ہمیشہ کی طرح خوب صورت۔" تابش کے کہنے پر اس نے ابرو اچکا کر اس تعریف کو حق کی طرح وصول کیا۔

"چائے پیو گے یا کوئی ڈرنک لو گے؟"

"میں کھانا کھاؤں گا۔" اس کے منہ پھلا کر کہنے پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"وہ بھی ملے گا پر پہلے کچھ پی لو یا ابھی کھانا لگوا دوں۔"

"کھانا انکل کے ساتھ کھاؤں گا۔ کہاں ہیں وہ؟"

"پاپا آنے والے ہوں گے۔" حبہ نے گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا جہاں شام کے چھ بج رہے تھے۔

"عظمیٰ! تابش بھائی کے لیے شربت لے آؤ۔" حبہ نے دروازے کی طرف منہ کرکے کہا تب ہی دروازے کی دوبارہ گھنٹی بجی۔

"پاپا آگئے۔" اس نے تابش سے کہا جو صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے ٹین اسپورٹس دیکھ رہا تھا اس کے کہنے پر ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"السلام علیکم انکل!" منظور صاحب کے اندر داخل ہوتے ہی وہ اٹھ کر ان کا کھڑا ہو گیا۔ اس کو دیکھ کر منظور صاحب پہلے چونکے اور پھر مسکرا کر مصافحہ کرکے اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔

"ہاں بھئی برخوردار پڑھائی کیسی جارہی ہے؟"

"فرسٹ کلاس انکل۔ آج لاسٹ پیپر تھا۔ ہوسٹل بھی بند ہورہا تھا۔ کل گھر جارہا تھا۔ سوچا آپ سے اور حبہ سے ملتا ہوا جاؤں۔"

"بہت اچھا کیا اور تمہاری امی اور بہن کیسی ہیں۔؟"

"کل امی سے بات ہوئی تھی۔ سب خیریت ہے۔ آپ کو سلام کہہ رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں۔ آپ کو فون کریں گی، انہیں آپ سے کچھ ضروری بات بھی کرنی ہے۔" منظور صاحب نے الجھی نظر سے تابش کو دیکھا اور تب ہی ان کی نظر اندر آتی حبہ پر پڑی تو وہ سر جھٹک کر بات بدل گئے۔

"بیٹا! تابش کو کچھ کھلایا بھی ہے یا بھوکا ہی بٹھا رکھا ہے۔"

"پاپا! میں نے تو کہا تھا کھانا لگا دوں لیکن اس نے کہا کہ آپ کے ساتھ کھائے گا۔"

"چلو یہ تو اچھا ہے۔ تم کھانا لگواؤ۔ میں چینج کرکے آتا ہوں۔" جب وہ کپڑے تبدیل کرکے آئے تابش کرسی پر بیٹھا ان کا ہی منتظر تھا۔ "واہ بھئی، بڑی اچھی خوشبو آرہی ہے۔"

"جی صاحب جی! بریانی بنائی ہے اور آپ کے لیے ٹنڈے کالی مرچ ڈال کر۔" عظمیٰ کے کہنے پر ان کا منہ بن گیا جبکہ ان کا چہرہ دیکھ کر وہ تینوں ہنس پڑے تھے "بھئی عظمیٰ! ہمارے لیے بریانی اور انکل کے لیے ٹنڈے وہ بھی مرچ کے بغیر یہ سزا کیوں۔" تابش نے ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر مصنوعی حیرت سے عظمیٰ کو دیکھا۔

"باجی کے کہنے پر۔" اس بازپرس پر اس نے جلدی سے حبہ کی طرف اشارہ کیا۔

"صحت دیکھی ہے پاپا کی کتنے ویک ہوگئے ہیں، ڈاکٹر نے چکنائی اور مرغن کھانوں سے منع کیا ہے۔"

حبہ کے کہنے پر اس نے غور سے منظور صاحب کی طرف دیکھا وہ واقعی اسے پہلے سے کمزور لگے تھے۔

"ڈاکٹر کو دکھایا ہے انکل! کیوں آپ کی صحت ڈاؤن ہورہی ہے۔" منظور صاحب نے ایک نظر تابش کو دیکھ کر حبہ کو دیکھا جو پریشانی سے انہیں دیکھ رہی تھی، وہ

مسکرادیے "بھئی اس عمر میں چھوٹی موٹی کمزوریاں تو آہی جاتی ہیں 'اب احتیاط کررہا ہوں۔" انہوں نے پلیٹ میں ٹنڈے کا سالن ڈالتے ہوئے کہا۔ "شروع کرو بیٹا!" انہوں نے ہاتھ روک کے تابش اور حبہ سے کہا۔

"عظمیٰ گھر چلی گئی کیا؟" کھانے کے بعد وہ برتن سمیٹ کر کچن میں چلی آئی۔

وہ چائے کا پانی رکھ رہی تھی تابش کی آواز پر چونکی۔

"تم کیوں آگئے میں چائے لارہی ہوں۔" تابش کو کچن کے دروازے میں کھڑا دیکھ کر وہ مسکرا کر بولی۔

"اندر بور ہورہا تھا۔ سوچا یہیں آجاؤں۔"

"آج بریانی اچھی بنی تھی۔ لگتا ہے۔ عظمیٰ کی کوکنگ اچھی ہوگئی ہے۔"

"ہاں شکر ہے ورنہ بڑی پرابلم ہوتی تھی۔"

"تم بھی کچھ سیکھ لو اس سے۔" تابش نے زیر لب مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"کیوں' عظمیٰ ہے تو پکانے کو۔" وہ اب پانی میں پتی ڈال رہی تھی۔

"عظمیٰ ساری عمر تو تمہارے ساتھ نہیں رہے گی۔ کیا انکل جہیز میں عظمیٰ تمہارے ساتھ بھیجیں گے۔"

حبہ نے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔ "عظمیٰ نہیں ہوگی تو کوئی اور ہوگی۔ تمہیں میرے لیے اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"کیوں؟" تابش زور سے بولا۔

"میں پریشان نہیں ہوں گا تو اور کون ہوگا۔"

"مطلب۔" حبہ پوری طرح اس کی طرف مڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

"آخر کار آپ کو شادی کر کے میرے گھر ہی آنا ہے اور میرے گھر کوئی عظمیٰ اور اس جیسی نہیں۔"

وہ جو پوری توجہ سے تابش کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی بات پر ایک پل کے لیے حیران اور پھر پتا نہیں کون سی کیفیت کا شکار ہو کر رخ موڑ گئی۔

"تمہیں یہ غلط فہمی کیوں ہوئی؟" اب کی بار یہ سوال کرتے ہوئے اس کی آواز دھیمی تھی۔

"یہ نہ تو غلط فہمی ہے اور نہ ہی خوش فہمی۔ مجھے 'امی' نورین ہم سب کو تم بہت اچھی لگتی ہو اور امی کی ہمیشہ سے خواہش ہے تمہیں اپنی بہو بنانے کی۔"

حبہ خاموشی سے اسے سنتی رہی اس کے خاموش ہونے

پر بولی۔
"جبکہ میں شروع سے سن رہی ہوں کہ تمہاری نسبت تمہاری پھوپھی زاد سے ہو چکی ہے۔" وہ جو کسی اور جملے کی توقع کر رہا تھا یہ سن کر بد مزہ ہوا۔ "وہ کوئی نسبت نہیں تھی صرف بچپن کی بات تھی صرف ابو ایسا چاہتے تھے۔"
"لیکن میں نے تو سنا تھا کہ تم بھی ایسا چاہتے تھے۔" اس کی بات کاٹ کر وہ چڑانے والے انداز میں بولی۔
"اگر میں ایسا چاہتا تو اب تک وہ میری بیوی ہوتی۔"
"امی انکل سے ہماری منگنی کی بات کرنا چاہتی ہیں اور کوئی بھی جواب دینے سے پہلے یہ سوچ لینا' یہ امی' نورین کی ہی نہیں میری بھی خواہش ہے۔" حسنہ نے جواب دینے کے بجائے خاموش نظر اس پر ڈالی اور باہر نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

فائل پر لکھتا ان کا ہاتھ رک گیا تھا۔ چکر تو انہیں صبح سے آ رہے تھے لیکن اب ایک دم آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ ہاتھ میں پکڑا پین ایک طرف پر رکھ کر انہوں نے اپنا چکراتا سر فائل پر ٹکا دیا۔ پتا نہیں کتنے ہی لمحے بے ہوشی میں بیت گئے تھے۔ نیم بے ہوشی کی کیفیت میں انہیں احساس ہوا جیسے کسی نے ان کا نام پکارنے کے ساتھ انہیں کندھے سے پکڑ کر جھنجوڑا ہو۔ انہوں نے بمشکل اپنی بند ہوتی آنکھوں کو کھولا۔ حمید اللہ کے ساتھ آفس کا دوسرا اسٹاف بھی ان کے گرد کھڑا انہیں پریشان نظروں سے دیکھ رہا تھا۔
"تمہیں کیا ہوا ہے؟" حمید اللہ نے ان سے سوال کیا تو انہیں یاد آیا کہ ان کے سر میں شدید درد تھا لیکن اب شدت کا وہ احساس نہیں تھا۔
"پتا نہیں یار! چکر سا آ گیا تھا لیکن اب میں ٹھیک ہوں۔"
حمید اللہ سے کہنے کے بعد باقی لوگوں سے مسکرا کر انہوں نے خود کو ٹھیک ظاہر کیا تھا۔ سارا اسٹاف انہیں حسب توفیق مشورہ دے کر دوبارہ اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا تھا۔
"یہ سر کا چکرانا معمولی تو نہیں ہو سکتا کیونکہ اب تک تمہارے چہرے کا رنگ نارمل نہیں ہوا۔" حمید اللہ قدرے پریشانی سے ان کا پیلاہٹ مائل رنگ دیکھ رہے تھے۔

"نہیں یار! ایسا بھی کچھ سیریس نہیں' عمر کا تقاضا ہے' ہو سکتا ہے بی پی لو ہو گیا ہو۔" انہوں نے حمید اللہ سے زیادہ خود کو تسلی دی تھی۔
"جو بھی ہے تمہیں ڈاکٹر سے مکمل چیک اپ کروانا چاہیے۔"
"ہوں!"
"تمہیں کچھ دن ریسٹ بھی کرنا چاہیے۔ باس سے کچھ دن کی چھٹی لے لو۔"
"ٹھیک ہے۔" وہ اثبات میں سر ہلا کے بولے۔
چھٹی کے وقت وہ درخواست لے کر باس کے آفس میں گئے' دستک دینے کے بعد ان سے غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے اجازت کا انتظار کیے بغیر دروازہ کھول دیا اور سامنے جو منظر انہیں نظر آیا اس نے نہ صرف انہیں نظریں جھکانے پر بلکہ دو قدم پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ان پر جھکی ان کی پرسنل سیکریٹری جس کو اپائنٹ ہوئے دو ہفتے ہوئے تھے۔ گھبرا کر ان سے دور ہٹی تھی جبکہ نروس تو وہ بھی ہو گیا تھا لیکن وہ مالک تھا۔
"مسٹر منظور! آپ کو اتنی تمیز نہیں کہ ناک کرنے کے بعد اجازت کا بھی انتظار کرتے ہیں۔"
"آئی ایم سوری سر!" وہ اسی طرح سر اور نظریں جھکائے بولے۔
"کیا عذاب آپ پر نازل ہو گیا تھا جو آپ یوں منہ اٹھا کر اندر آ گئے۔"
"سر! وہ میں یہ درخواست دینے آیا تھا۔"
"کس چیز کی درخواست؟" باس نے ابرو اچکا کر انہیں دیکھا۔
"سر کچھ دنوں سے میری طبیعت ٹھیک نہیں۔"
"مجھے تو آپ کی طبیعت میں کوئی خرابی نظر نہیں آ رہی' ہٹے کٹے کھڑے ہیں۔"
ان کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ تمسخرانہ انداز میں بولا جواباً" دوسرے صوفے پر بیٹھی سیکریٹری کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ غالباً" وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پا چکی تھی۔
"دیکھیں مسٹر منظور!" وہ قدرے جھک کر آگے کو ہوا "آپ یہ احسان مانیں کہ ڈیڈی کی وجہ سے آپ ابھی تک ٹکے ہیں۔ لیکن اگر آپ کو لگتا ہے آپ کی صحت اجازت نہیں دیتی تو آپ یہ جاب چھوڑ کر جا سکتے ہیں۔ اب آپ کھڑے کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہیں جائیں اور کل اگر

آپ آئیں تو ٹھیک' ورنہ آپ کی جگہ لینے والے بہت ہیں۔"

منظور صاحب نے ایک خاموش نظر سامنے بیٹھے باس پر ڈالی اور اسی طرح سر جھکائے نکل آئے۔ باہر حمید اللہ ٹہلتے ہوئے ان کا انتظار کر رہے تھے۔

"کیا ہوا منظور ہو گئی چھٹی؟" انہوں نے سر نفی میں ہلایا۔

"کیوں؟" جواباً" جو ان سے کہا گیا تھا انہوں نے حمید اللہ کو بتا دیا' کچھ لمحوں کے لیے وہ بول ہی نہیں سکے۔

"مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتا کہ قریشی صاحب کے گھر کیسا شیطان پیدا ہو گیا ہے خود وہ کتنے پرہیز گار آدمی تھے اور بیٹا کیسا گندا اور عیاش۔ اس کی ان بری حرکتوں کی وجہ سے کمپنی کی ریپوٹیشن بھی خراب ہو رہی ہے' یہ ساتویں سیکریٹری ہے جو اس نے بدلی ہے' جب دل بھر جاتا ہے۔ نکال دیتا ہے جیسے سیکریٹری آفس کے لیے نہیں اس کی ذاتی خدمت کے لیے رکھی گئی ہو۔ وہ مسز پروین یاد ہیں۔ کتنی ایمان دار اور نیک خاتون تھیں۔ آتے ہی انہیں نکال دیا اور اس کے بعد روز ہی نیا چہرہ دیکھنے کو ملتا ہے۔" آفس کی سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ غائب دماغی سے حمید اللہ کی باتیں سن رہے تھے۔

"میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔" اپنے اسکوٹر کی طرف بڑھتا دیکھ کر حمید اللہ بولے' وہ سر ہلا کر حمید اللہ کے پیچھے چلنے لگے۔

"حمید اللہ! حبہ کو میری طبیعت کے بارے میں مت بتانا ورنہ وہ پریشان ہو جائے گی۔" حمید اللہ نے ایک نظر انہیں دیکھا اور سر ہلا دیا۔

☆ ☆ ☆

"حبہ! کیا ہم ٹھیک کر رہے ہیں۔" نادیہ نے ہاتھ مسلتے ہوئے حبہ کو دیکھا جو چادر سر پر جمانے کے بعد اب اسی چادر سے منہ کو ڈھانپ رہی تھی۔

"ہم کیا کر رہے ہیں؟" حبہ نے ہاتھ روک کر حیرت سے نادیہ سے سوال کیا۔ "یوں چھپ کر باہر جانا اگر کسی نے دیکھ لیا تو؟ میں پہلے یوں نہیں گئی۔" اس کی پریشانی کو حبہ نے بڑی سنجیدہ نظروں سے دیکھا۔ اس کے یوں دیکھنے پر وہ گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"[illegible] مطلب ہے میں پہلے یوں اس حلیے میں کلاس بنک کر کے ریسٹورنٹ میں لڑکوں سے ملنے جاتی ہوں۔"

"نہیں یار! میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" نادیہ کی گھبراہٹ میں یک دم اضافہ ہوا۔

"تو اور کیا مطلب سمجھوں؟ کیا میں اس کام میں بہت ایکسپرٹ ہوں۔ صرف تمہاری وجہ سے وہ کام کرنے جا رہی ہوں جو کبھی میں نے سوچا بھی نہیں تھا اور کیا مجھے ڈر نہیں کہ کوئی وہاں مجھے دیکھ کر کیا سوچے گا۔ یہاں تو دوستی میں ہمدردی بھی مہنگی پڑ رہی ہے۔ بیٹھی رہو میں نہیں جا رہی۔"

اس نے ایک دم جذباتی انداز میں چادر نوچ کر سر سے اتاری تھی جبکہ نادیہ کا منہ رونے والا ہو گیا تھا۔ اس نے روہانسی ہو کر حبہ کا بازو تھام لیا۔

"سوری حبہ! ام جانتی ہوں میں تمہاری طرح بہادر نہیں اور نہ اتنی کانفیڈنٹ۔ تمہارے پاس تو انکل کا بھروسا ہے جبکہ میرے پاس۔"

کہہ کر وہ خاموش ہو گئی تو حبہ نے وزدیدہ نظروں سے اس کا جھکا سر دیکھا جہاں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ حبہ نے گہرا سانس ہوا میں چھوڑا۔

وہ لوگ یونیورسٹی سے کافی دور آگئی تھیں لیکن اس کے باوجود کوئی رکشہ کوئی ٹیکسی نہیں مل رہی تھی۔

تب ہی نادیہ نے بائیں طرف کھڑی گاڑیوں کو دیکھا۔ یہ کسی اسپتال کا پچھلا حصہ تھا۔ ان گاڑیوں سے فاصلے پر اسے ایک ٹیکسی نظر آئی۔ وہ حبہ کو رکنے کا کہہ کر آگے بڑھی۔ ٹیکسی کے قریب پہنچ کر اسے مایوسی سی ہوئی کیونکہ وہاں کوئی نہیں تھا۔ تب ہی نظریں گھمانے پر اسے ایک آدمی نظر آیا جس کے ہاتھ میں ٹائر تھا۔ قریب آنے پر وہ سوالیہ نظروں سے نادیہ کو دیکھنے لگا۔

"نہیں بی بی! یہ ٹیکسی ان صاحب کی ہے۔ میں تو مکینک ہوں۔"

اس نے درخت کے نیچے کھڑے آدمی کی طرف اشارہ کیا جو اس کی طرف پشت کیے موبائل پر بزی تھا۔ نادیہ نے حبہ کو موبائل پر کال کر کے اسے ٹیکسی ملنے کی خوش خبری سنائی اور خود ٹیکسی ڈرائیور کی طرف چل پڑی۔ "سنیں بھائی مال روڈ تک جانا ہے۔" اس شخص نے فون کان سے ہٹا کر حیرت سے نادیہ کو دیکھا۔ "وہ ٹیکسی آپ کی ہے نا؟" اس کی حیرت پر نادیہ کو وضاحت کرنی پڑی۔ "سوری میں

اس وقت فری نہیں۔" اس نے بے زاری سے کہہ کر دوبارہ فون کان سے لگالیا۔

"اس!" نادیہ منہ کھولے اسے دیکھنے لگی ۔اسے یوں کھڑا دیکھ کر سامنے کھڑے شخص نے ماتھے پر بل ڈال کر اسے دیکھا تو نادیہ خجل ہو کر واپس مڑ گئی۔ سامنے سے حبہ تیزی سے چلتی ہوئی اس کی طرف آرہی تھی۔

"چلیں پھر؟" اس کے قریب پہنچتے ہوئے وہ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ بولی۔

"اس ٹیکسی ڈرائیور نے منع کردیا۔" نادیہ نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"کیوں؟" حبہ نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"کہتا ہے وہ فری نہیں۔" اب کے حبہ نے بایاں ابرو اچکا کر نادیہ کو دیکھا۔ اور حبہ فوراً" شروع ہو گئی۔

"انسان کو اپنی روزی پہ لات نہیں مارنی چاہیے۔ آپ کے پسنجر کھڑے ہیں اور آپ ایٹی ٹیوڈ دکھا رہے ہیں۔" وہ ماتھے پر بل ڈالے غصے سے تیز تیز بولتی جارہی تھی۔

"ہمیں بھی کوئی شوق نہیں اس پھٹیچر ٹیکسی میں بیٹھنے کا لیکن مجبوری ہے ہمیں کہیں ضروری پہنچنا ہے اور دوسری کوئی سواری نہیں مل رہی۔"

مقابل کی حیرت اب دلچسپی میں بدل گئی تھی۔

"کہاں جانا ہے آپ کو۔" اس کے سوال پر وہ حیران ہوئے بغیر مطلوبہ جگہ کا پتا بتا کر شاہانہ انداز میں چلتی ہوئی ٹیکسی کے قریب کھڑی نادیہ کو اشارہ کیا۔

"کیا ہوا نہیں مانا؟"

"ارے مانتا کیسے نہیں، میں بات کررہی تھی۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"آپ ٹھہریں، میں گاڑی کی چابی لے کر آتا ہوں۔" اپنے پیچھے ان دونوں نے اس ٹیکسی ڈرائیور کی آواز سنی۔

"یار! اب کیا اتنی ترقی ہوگئی ہے کہ ٹیکسی کی چابیاں اسپتال سے ملنے لگی ہیں۔" نادیہ اسپتال کی عمارت کی طرف جاتے ٹیکسی ڈرائیور کو دیکھ کر بولی۔

"ہمارا کام ہو رہا ہے نا، ہمیں کیا چابیاں اسپتال سے ملیں یا حوالات سے۔" ٹیکسی ڈرائیور کو آتا دیکھ کر وہ دونوں ٹیکسی میں بیٹھ گئیں۔

ریسٹورنٹ کے قریب پہنچ کر ان دونوں نے نقاب والی چادریں اتار کر اپنے ہینڈ بیگ میں رکھیں۔ بالوں میں برش کیا۔

ڈرائیور نے سرسری سی نظر شیشے پر ڈالی اور نقاب پوش حسیناؤں کے جلوے دیکھ کر اس کے دیدے پھٹنے کے قریب کھل گئے۔ حبہ کی نظر سامنے پڑی تو اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے وہ اسے سخت سست سنانا چاہتی تھی لیکن نادیہ کے اترنے اور حمزہ کو منتظر کھڑے دیکھ کر وہ اتر گئی تھی لیکن اس کے قریب سے گزرنے پر اس پر خونخوار نظر ڈالنا نہیں بھولی تھی۔

"کیا منگواؤں ٹھنڈا یا گرم؟" مسلسل پانچ منٹ کی خاموشی کے بعد حمزہ کو پوچھنا پڑا تھا۔ حبہ نے نظریں گھما کر ساتھ بیٹھی نادیہ کو دیکھا جو سر جھکائے اپنے دونوں ہاتھوں کو دیکھنے میں مصروف تھی۔

حبہ کھنکھار کر حمزہ کی طرف متوجہ ہوئی کیونکہ جانتی تھی کہ محترمہ گونگے کا گڑ کھا کر بیٹھ چکی ہیں اب جو بھی بکواس کرنی ہے اسے ہی کرنی ہے۔

"ہم یہاں کھانے پینے نہیں آئے بلکہ کچھ بات کرنے آئے ہیں اور تم جانتے ہو کہ وہ بات کیا ہے۔"

حبہ کے کہنے پر حمزہ نے ایک نظر نادیہ پر ڈال کر دوبارہ حبہ کو دیکھا۔

"نادیہ نے مجھے بتایا تھا لیکن تم بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"کیا مطلب کیا کرنا چاہیے۔" حبہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"تم پچھلے ایک سال سے نادیہ کے پیچھے محبت کی بانسری بجاتے پھر رہے ہو اور ہم سے پوچھ رہے ہو۔ کیا کرنا چاہیے۔" اس کے اشتعال بھرے انداز پر نادیہ نے گھبرا کر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

"میں اب بھی نادیہ سے محبت کرتا ہوں لیکن میں مجبور ہوں۔" حبہ اب کی بار بولنے کے بجائے خاموشی سے اس کا منہ دیکھنے لگی لیکن اس کے چہرے کے تاثرات ایسے تھے "کہ بکو کیا بکتے ہو۔"

"مجھ سے بڑے ایک بھائی اور بہن ہیں اور ایک بہن مجھ سے چھوٹی ہے اور سب ان میرڈ ہیں ایسے میں امی ابو میری شادی کے لیے کبھی نہیں مانیں گے اور اس سے بڑی بات میں ابھی تک جاب لیس ہوں۔"

"وہی ساری شادی نہ کرنے کی ٹیپیکل اسٹوری۔" اس کی ساری تقریر کے جواب میں حبہ استہزائیہ انداز

میں بولی تو نادیہ جو کب سے ضبط کیے بیٹھی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"نادیہ!" اسے روتے دیکھ کر حمزہ ایک دم اٹھا۔

"او پلیز' اس ہمدردی کی ضرورت نہیں۔" حبہ نے ایک دم ہاتھ اٹھا کر روکا تھا اور وہ جیسے کھڑا ہوا تھا ویسے ہی بیٹھ گیا۔

"حمزہ تم صاف بات کرو' تم شادی کرنا چاہتے ہو یا نہیں۔" حبہ نے بڑی سنجیدگی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"میں نادیہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے وقت چاہیے۔"

"کتنا؟" وہ مزید سنجیدگی سے بولی۔

"پانچ چھ سال۔"

نادیہ نے بے ساختہ ڈبڈبائی نظروں سے حمزہ کو دیکھا۔

"تم جانتے ہو ایسا ممکن نہیں' نادیہ سے چھوٹی دو بہنیں ہیں اور وہ بھی اس عمر میں کہ ان کی شادی کردی جائے۔"

حمزہ کچھ دیر پرسوچ انداز میں میز کی سطح کو گھورتا رہا۔ جبکہ نادیہ کی امید بھری اور حبہ کی سنجیدہ نظریں اسی پر جمی تھیں۔

"امی ابو نہیں مانیں گے۔"

"او کے فائن۔ آج کے بعد تمہارا نادیہ سے کوئی واسطہ نہیں۔ آئندہ اپنی شکل نہ دکھانا۔" اس نے ایک دم کھڑے ہوتے ہوئے نادیہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کیا۔ حمزہ ایک دم بوکھلا کر اٹھا۔

"حبہ' نادیہ! پلیز سنو تو۔" لیکن حبہ نادیہ کو کھینچتی ہوئی باہر لے آئی لیکن چند قدم پر ٹھٹک کر رک گئی۔

وہی ٹیکسی ڈرائیور ٹیکسی کے دروازے سے ٹیک لگائے بڑے اسٹائل سے کھڑا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھنے لگی جب ٹیکسی ڈرائیور کی آواز پر رک کر مڑ کر غصے سے اسے دیکھنے لگی۔

"میں آپ کو کرایہ دے چکی ہوں پھر اس طرح کھڑے ہونے کا مطلب؟" جبکہ وہ اس کے بجائے نادیہ کو دیکھ رہا تھا جو مسلسل آنسو صاف کررہی تھی۔

"مسٹر! میں آپ سے بات کررہی ہوں۔" اس کے یوں نادیہ کو دیکھنے پر وہ ناگواری سے بولی۔

"مجھے لگا' آپ' آپ کو واپس جانا ہوگا۔" اس کی بدتمیزی کے جواب میں وہ بڑی شائستگی سے بولا۔

حبہ نے دوسری ناگوار نظر روتی ہوئی نادیہ پر ڈالی اور ٹیکسی کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی اور ناراضی کے اظہار کے طور پر پوری طرح رخ موڑ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ لیکن نادیہ کی مسلسل سوں سوں سے اسے الجھن ہونے لگی تھی۔

"فار گاڈ سیک نادیہ! بند کرو یہ ماتم۔" وہ نیچی آواز میں ڈپٹ کر بولی۔ یونیورسٹی سے کچھ فاصلے پر اس نے ٹیکسی کو رکوا دیا تھا۔ ٹیکسی رکتے ہی وہ تیزی سے اتر کر یونیورسٹی کے قریب کھڑی اپنی وین کی طرف بڑھ گئی۔ اور اس کے پیچھے نادیہ بوکھلا کر بھاگی تھی۔ وین میں ابھی باقی لڑکیاں نہیں آئی تھیں۔

"تم نے کرایہ دے دیا؟"

"نہیں تو۔" حبہ کے پوچھنے پر نادیہ بے ساختہ بولی۔ اور اسی بے ساختگی سے دونوں نے کھڑکی سے باہر دیکھا لیکن وہ ٹیکسی اب وہاں نہیں تھی' حبہ نے افسوس سے سر جھٹکا۔

"دیکھو نادیہ! تم نے جتنا رونا ہے نا رو لو۔ اس کے بعد میں تمہیں ایسے نہ دیکھوں۔ حقیقت تمہارے سامنے ہے۔ وہ آدمی اتنا بزدل ہے کہ پیار کرسکتا ہے لیکن تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ ایسے پیار کا کوئی فائدہ نہیں جس سے کوئی جائز نام نہ جڑا ہو۔ دوست ہونے کے ناتے میں نے تمہارا ساتھ دیا اور اسی دوستی کے ناتے میں تمہیں یہ مشورہ دوں گی کہ تم وہی کرو' جو انکل' آنٹی چاہتے ہیں کیونکہ اس کے علاوہ تمہارے پاس کوئی اور چوائس نہیں۔"

حبہ نے بات کے اختتام پر بغور اس کا جھکا چہرہ دیکھا لیکن وہ اندازہ نہیں لگاسکی کہ وہ اس کی بات سمجھی ہے یا نہیں۔

☆ ☆ ☆

وہ کتاب کھولے بیٹھی تھی لیکن اس کا سارا دھیان باہر کی طرف لگا تھا۔ اس نے بے چینی سے پہلو بدلا تب ہی قریب رکھا اس کا موبائل بج اٹھا اسکرین پر تابش کا نام جگمگا رہا تھا۔

"ہیلو۔"

"ہیلو کیسی ہو۔"

"ٹھیک ہوں تم سناؤ۔"

"کیا بات ہے اتنی بے زاری سے کیوں بات کررہی ہو؟" تابش کی مسکراتی آواز پر اس نے گہرا سانس لیا۔

"کچھ نہیں۔"

"ارے بتاؤ نا یار۔"

"پتا نہیں' پاپا نے کسی رشتہ کروانے والی کو بلایا ہوا ہے اور وہ باہر دھڑا دھڑ تصویریں دکھا رہی ہے۔" دوسری طرف خاموشی چھائی تھی۔

"ہیلو! تابش!" اس کی مسلسل خاموشی پر وہ زور سے بولی۔

"ہاں حبہ' میں تمہیں کچھ دیر بعد کال بیک کرتا ہوں۔"

"لیکن سنو تابش۔" پر وہ فون رکھ چکا تھا۔ حبہ کے ہونٹ بھنچ گئے تھے۔ گیٹ بند ہونے کی آواز سن کر وہ تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ منظور صاحب صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے سامنے دیکھ رہے تھے۔ آہٹ پر سیدھے ہو کر دیکھا اور اس کو دیکھ کر مسکرا دیے۔

"پاپا! یہ کیا مذاق تھا؟"

"کون سا بیٹا؟" اس کے قریب بیٹھنے پر انہوں نے اسے بازو کے گھیرے میں لے لیا تھا۔

"اس عورت کو کیوں بلوایا تھا آپ نے؟"

"تمہاری شادی کے لیے۔"

"پاپا میں ابھی پڑھ رہی ہوں۔ اس کے بعد میں کچھ عرصہ جاب کروں گی پھر شادی کے بارے میں سوچوں گی۔" اس کے بولنے کے دوران وہ بڑے پیار سے اسے دیکھتے رہے۔

"اس میں تو بہت ٹائم لگے گا اور پتا نہیں میرے پاس اتنا ٹائم ہے یا نہیں۔"

"پاپا!" ان کے انداز پر وہ دنگ رہ گئی تھی۔ "یہ کیسی بات کر رہے ہیں آپ۔" اس کے چہرے کا رنگ یک دم بدلا تھا۔

اس کی حالت دیکھ کر منظور صاحب نے جلدی سے بات بدل دی۔

"میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بیٹیاں مناسب وقت پر اپنے گھر بس جائیں تو یہی ماں باپ کے لیے سکون کا باعث ہوتا ہے۔

یہی عمر ٹھیک ہے۔ شادی کے لیے اور پڑھ تو تم شادی کے بعد بھی سکتی ہو' ہے ناں۔" انہوں نے اس کا جھکا سر دیکھا۔ اس کے گرتے آنسو دیکھ کر انہوں نے بے ساختہ اسے مزید ساتھ لگایا تھا۔

"لیکن کیوں پاپا! آپ کو اچانک اتنی جلدی کیوں ہونے لگی ہے۔ اور میں آپ کو اکیلے چھوڑ کر نہیں جانے والی۔"

اس کی بات سن کر وہ ہنس پڑے تھے۔

"چلو ٹھیک ہے۔ ابھی تو مجھے اچھی سی چائے پلواؤ۔" وہ آنسو صاف کرتی ہوئی کچن میں آگئی لیکن دماغ مسلسل منظور صاحب کی باتوں میں الجھا تھا۔ جب وہ چائے لے کر آئی وہ فون پر کسی سے بات کر رہے تھے۔ وہ چائے کا کپ ان کے سامنے میز پر رکھ کر ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی وہ دوسری طرف کی بات بڑے دھیان سے سن رہے تھے جبکہ نظریں حبہ پر جمی تھیں۔

"کس کا فون تھا پاپا؟" ان کے فون بند کرتے ہی اس نے پوچھا تھا۔

"تمہاری خالہ کا فون تھا۔" کہہ کر انہوں نے چائے کا کپ اٹھا لیا۔

"کیا تمہاری اپنی خالہ سے کوئی بات ہوئی ہے؟"

"نہیں تو کیوں؟" وہ حیران ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔

"تابش سے؟" دوسرا نام اس کے لیے اور حیران کن تھا۔

"کیسی بات پاپا؟" اس کے پوچھنے پر انہوں نے سر جھٹکا۔

"کچھ نہیں تمہاری خالہ آنا چاہ رہی ہیں تابش کے لیے تمہارا ہاتھ مانگنے۔"

"اوہ!" وہ جو پاپا کے سوالوں سے پریشان ہو رہی تھی۔ ایک دم پرسکون ہو گئی۔ منظور صاحب نے بغور اس کا انداز دیکھا۔

"تمہارے خیال میں مجھے انہیں کیا جواب دینا چاہیے؟" حبہ نے کچھ کہنے کی بجائے خاموش نظر ان پر ڈالی اس کی خاموشی پر وہ خود ہی بولے۔

"تابش اچھا لڑکا ہے پھر تمہارا کزن ہے' تمہیں پسند کرتا ہے اور تم بھی اسے پسند کرتی ہو۔" ان کے جتاتے ہوئے انداز پر وہ مزید چپ نہیں رہ سکی۔

"پاپا اگر آپ کو پسند نہیں تو آپ انکار کر دیں۔"

"میں نے یہ تو نہیں کہا کہ تابش مجھے پسند نہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ کوئی جاب نہیں کرتا' والد اس کے حیات نہیں۔ وہ اکلوتا بیٹا ہے ظاہر ہے۔ شادی کی ذمہ داری اس کی ہو گی اور وہ کوئی اتنے ویل آف بھی نہیں تو ظاہر ہے اس صورت حال میں سفر تمہیں کرنا پڑے گا۔"

"پاپا! تابش ایجوکیٹڈ ہے اگر آج جاب نہیں تو کل مل جائے گی اور پھر میری پڑھائی وہ کب کام آئے گی۔"

حبہ کی وضاحت کا مطلب وہ اچھی طرح سمجھتے تھے اور اپنی گرتی ہوئی صحت کے پیش نظر انہیں حبہ کے لیے جلد از جلد کوئی مضبوط سہارا تلاش کرنا تھا اور اس وقت تابش سے بہتر وہ مضبوط سہارا اور کوئی نہیں تھا۔

☆ ☆ ☆

دستک دینے کے بعد انہوں نے تب تک دروازہ نہیں کھولا تھا جب تک انہیں اندر آنے کی اجازت نہیں ملی۔

"جی فرمائیں۔ منظور صاحب! کیسے تشریف لائے آپ۔" کرسی سے ٹیک لگا کر اسے دائیں بائیں جھلاتے ندیم قریشی نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ منظور صاحب نے ہاتھ میں پکڑی درخواست اس کے سامنے رکھی۔

"یہ کیا ہے؟" باس نے ان کے چہرے پر نظریں جما کر پوچھا۔

"میں نے اپنے پراویڈنٹ فنڈ کے علاوہ کچھ لون کے لیے قریشی صاحب سے بات کی تھی۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ جب مجھے ضرورت ہوگی' وہ مجھے مطلوبہ رقم دے دیں گے۔" ندیم قریشی نے اکتاہٹ سے گہرا سانس لیا۔

"منظور صاحب! میں کتنی بار آپ کو ایک ہی بات سمجھاؤں۔ یہ ایک پرائیویٹ ادارہ ہے اور کتنی رقم؟" اس نے اب کے جھک کر کاغذ پر نظر ڈالی۔ "دس لاکھ' واہ کیا مذاق ہے' ڈیڈی نے جو وعدے کیے تھے وہ ان کے ساتھ ختم ہوگئے۔ میں ان کی طرح شاہ خرچیاں کرکے کمپنی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ آپ کی سروس کا جتنا پراویڈنٹ فنڈ بنتا ہے وہ آپ کو مل جائے گا۔ جب آپ جاب چھوڑیں گے اس سے پہلے نہیں۔ اب آپ کھڑے کیوں ہیں میں آپ کو جواب دے چکا ہوں آپ جاسکتے ہیں۔" وہ بے عزتی کے احساس سے ہونٹ چباتے ہوئے باہر نکل آئے۔

"کیا بات ہے کچھ پریشان نظر آرہے ہو۔" وہ ابھی اپنی کرسی پر آکر بیٹھے تھے جب حمید اللہ چائے کے دو کپ لیے ان کے سامنے والی کرسی پر آکر بیٹھ گئے۔

"ہاں!" انہوں نے تھکے ہوئے انداز میں اعتراف کیا۔

"خیریت!" وہ چونکے۔

"ندیم قریشی سے لون کی بات کرنے گیا تھا انکار کردیا۔" حمید اللہ نے گہرا سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی۔

"تم جانتے تو ہو اس گھٹیا آدمی کو' پھر گئے ہی کیوں؟"

"کیا کرتا یار مجبوری ہے۔ حبہ کی خالہ نے حبہ کا رشتہ مانگا ہے۔ اگلے ہفتے وہ لوگ منگنی کرنے آرہے ہیں۔ حبہ کو تو تم جانتے ہو نا سب اچھا چاہیے اور اچھے انتظام کے لیے اچھا پیسہ چاہیے' پھر شادی اس کی تیاری کے لیے بڑی رقم کی ضرورت ہے اور اس دن جو ٹیسٹ کروائے تھے اس پر تیس ہزار لگ گئے تھے اب ڈاکٹر نے وہ رپورٹس آگے شوکت خانم بھیج دی ہیں۔" خاموشی سے ان کی باتیں سنتے حمید اللہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"شوکت خانم کیوں؟"

"پتا نہیں یار! ڈاکٹر کچھ بتا بھی نہیں رہا۔ کہتا ہے رپورٹ آنے کے بعد پتا چلے گا' میں تو پریشان ہوگیا ہوں۔" انہوں نے واقعی اپنا سر تھام لیا تھا۔

"منظور یار! ایسے پریشان نہ ہو۔ اللہ کرم کرنے والا ہے۔" انہوں نے اٹھ کر ان کے کندھے پر دلاسے کے انداز میں ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈالا۔

"میرے پاس کچھ پیسے ہیں۔" منظور صاحب نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"نہیں حمید اللہ! تمہاری خود سو ضرورتیں ہیں' اب ایسا بھی نہیں کہ میں بالکل قلاش ہوں۔" انہوں نے مسکرانے کی کوشش کی۔

"میں جانتا ہوں۔ اسی لیے کہہ رہا ہوں تم لے لو۔ جب ہو واپس کردینا۔"

منظور صاحب نے سر نفی میں ہلایا "تم نے کہہ دیا حمید اللہ یہی کافی ہے میرے لیے۔ تم یہ بتاؤ نادیہ کے رشتے کا کیا بنا؟"

"آپا کل آئی تھیں' انگوٹھی پہنا گئیں۔ گھر کی بات ہے اس لیے کوئی فنکشن نہیں کیا۔"

"ہوں!" منظور صاحب نے سرہلایا۔

"نادیہ سے پوچھا تھا؟"

"اس سے کیا پوچھنا تھا' بچپن سے جانتی ہے یاسر کو۔ شریف ہے' سلجھا ہوا اور آگے بڑھنے کی لگن ہے' آج کل کے دور میں یہی مل جائے بہت ہے اور یار غیروں میں بڑے دھوکے ہیں۔ آج کل تو بیٹیوں کے رشتے کرتے ڈر لگتا ہے' یہ تو جب آپا نے بات کی تو میں نے زیادہ سوچا نہیں' آپا کو جہیز بھی نہیں چاہیے۔ میری بیٹی کو پیار سے رکھیں گی اور پھر مجھے دو بیٹیاں اور بھی بیاہنی ہیں۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔" انہوں نے گہرا سانس لے کر

ٹھنڈی چائے کا کپ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔

☼ ☼ ☼

"کل جتنی جلدی ہو پہنچ جانا' یہ نہ ہو مہمانوں کی طرح منہ اٹھا کے آؤ۔" یونیورسٹی گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے حبہ نے نادیہ سے کہا۔

"ہاں بابا! صبح سے سو مرتبہ یاد کروا چکی ہو اور تمہاری منگنی میں نہ پہنچوں' ایسا ہو سکتا ہے۔"

"ایسا ہونا بھی نہیں چاہیے۔" حبہ نے وارننگ کے انداز میں کہتے ہوئے بیگ سے چیونگم نکال کر ایک اپنے منہ میں ڈالی اور دوسری اس کی طرف بڑھائی۔

"تمہارے منہ پر بارہ کیوں بج رہے ہیں۔"

"یار! وہ سامنے دیکھو۔" نادیہ کے کہنے پر اس نے سرسری سی نظر سامنے دوڑائی۔

"کیا ہے؟" اسے کوئی خاص چیز نظر نہیں آئی۔

"یار وہ ٹیکسی ڈرائیور۔" نادیہ کے بھنچے بھنچے انداز پر اس نے غور سے سامنے دیکھا۔ جینز ٹی شرٹ میں وہی کھڑا تھا۔ اس کے دیکھنے پر وہ مسکرایا تو حبہ نے سٹپٹا کر رخ موڑ لیا۔

"کھڑا ہے تو میں کیا کروں مجھے کیوں دکھا رہی ہو؟" اب کے وہ رخ موڑ کے غصے سے بولی۔

"تم پچھلے چار دن سے نہیں آرہیں پر یہ مجھے روز یہاں نظر آتا ہے۔ کل تو میرے پیچھے وین تک آیا تھا۔"

"کیا؟" حبہ چلائی "تم چار دن سے دیکھ رہی ہو۔ کل وہ پیچھے بھی آگیا۔ تم نے پوچھا نہیں۔ کیا تکلیف ہے اسے۔"

"میں اکیلی تھی تو ڈر گئی۔" نادیہ کے منمناتے انداز پر اس نے قہر بھری نظر نادیہ پر ڈال کر چور نظروں سے پیچھے دیکھا وہ اب بھی وہیں کھڑا تھا۔

"مجھے لگتا ہے' اس دن ہم نے اس کا کرایہ نہیں دیا تھا نا تو اس لیے پیچھے آتا ہے۔" نادیہ بڑی دور کی کوڑی لائی تھی۔

"تو مارنے تھے پیسے اس کے منہ پر۔" حبہ دانت پیس کر بولی اور پھر خود تیزی سے مڑی اور سڑک پار کر کے اس کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی جبکہ وہ جو گاڑی سے ٹیک لگائے مطمئن کھڑا تھا۔ اس کے مڑنے اور اپنی طرف آتا دیکھتے ہی الرٹ ہو کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں کیا پریشانی ہے آپ کو؟" اس کے سوال پر مقابل پہلے حیران اور پھر اسی خاموشی کے ساتھ مسکرا دیا۔

"یہاں روزانہ کھڑے ہونے کا مطلب؟"

"یہاں کہاں لکھا ہے کہ میں یہاں کھڑا نہیں ہو سکتا۔"
اب کی بار اس نے اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ سوال کیا۔ ایک پل کے لیے حبہ لاجواب ہو گئی۔

"اس دن ہم جلدی میں تھے۔ آپ کا واپسی کا کرایہ دینا یاد نہیں رہا۔ کتنا کرایہ تھا؟" وہ بیگ میں ہاتھ ڈالے ہوئے بولی۔

"آپ رہنے دیں۔" حبہ نے ماتھے پر بل ڈال کر مقابل کو دیکھا۔

"کیوں میں آپ کو بھکارن لگتی ہوں یا آپ بہت بڑے بزنس مین ہیں۔" اس نے پاس کھڑی پراڈو پر نظر ڈالی جس سے وہ ٹیک لگا کر کھڑا تھا۔

"گاڑی کہاں ہے آپ کی؟" اس کے پوچھنے پر اس نے گاڑی پر نظر ڈالی۔

"ٹیکسی کی بات کر رہی ہوں۔" اس نے استہزائیہ انداز میں اس گاڑی پر نظر ڈال کر اسے جتایا۔

"آپ کو جانا ہے کہیں؟" وہ اس کا طنز نظر انداز کر کے پوچھنے لگا۔

"نہیں' یہ رکھیں چار سو اور آئندہ یہاں نظر مت آنا۔" بڑے شاہانہ انداز میں اس نے روپے اس کی طرف بڑھائے۔

"پکڑیں۔" اسے یوں ہی کھڑا دیکھ کر اس نے زور دے کر کہا تو اس کے پیسے تھامتے ہی وہ نادیہ کا ہاتھ تھام کر تیزی سے وین کی طرف بڑھی۔ جب وین چلی تب بھی وہ وہی کھڑا تھا۔

☼ ☼ ☼

"تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔" کمرے میں داخل ہوتے ہی نادیہ نے کہا تو حبہ مسکرا کر آئینے کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی' آئینہ نادیہ کے بیان کی تصدیق کر رہا تھا۔

"تم بہت لکی ہو حبہ!" نادیہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا جو اپنے سر سے دوپٹا اتار رہی تھی۔ نادیہ کے کہنے پر اس نے رخ موڑ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"تم جیسا چاہتی تھیں' جو چاہتی تھیں' تمہیں مل گیا۔"

حبہ دوپٹا بیڈ پر رکھ کر نادیہ کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔
"انسان اپنی قسمت خود بناتا ہے' پاپا تو میرا رشتہ کہیں اور کرنا چاہ رہے تھے لیکن میں نے تمہاری طرح چپ کا روزہ نہیں رکھا۔ کھل کر اپنی خواہش' ڈیمانڈ سب بتایا۔ اسی لیے تو آج میری اور تابش کی منگنی ہو گئی ہے۔ اور دوسری بات تابش حمزہ کی طرح بزدل نہیں تھا۔"
نادیہ نے سر نفی میں ہلایا۔ "نہیں حبہ! جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے تابش کا ساتھ تمہارے نصیب میں نہ لکھا ہوتا تو تمہاری ساری کوشش' خواہش' ڈیمانڈ سب بے کار جاتی' اس لیے میں نے تمہیں لکی کہا ہے کیونکہ اللہ نے تم پر کرم کیا اور تمہیں آزمائش سے بچالیا۔"
"میں تم سے اتفاق نہیں کرتی' میں کبھی کمپرومائز نہیں کر سکتی اگر تابش ایجوکیٹڈ' گڈ لکنگ نہ ہوتا۔ کوئی معمولی کام کرتا تو چاہے وہ مجھے کتنا ہی چاہتا۔ وہ میری پسند نہ ہوتا' میں مر کر بھی اس سے شادی نہ کرتی۔"
وہ تنفر سے بولی' پھر سر جھٹک کر نادیہ کو دیکھا۔
"اگر تم خوش نہیں تو کیوں منگنی کی' ابھی بھی وقت ہے۔ توڑ دو۔"
نادیہ نے سر نفی میں ہلایا۔
"اب ممکن نہیں۔ سب لوگ اس رشتے سے خوش ہیں اور میں نے بھی سمجھوتا کر لیا ہے۔"
حبہ کچھ کہنا چاہتی تھی تب ہی منظور صاحب اندر داخل ہوئے۔
"سہیلیوں کی باتیں ختم ہو گئیں۔" انہوں نے دونوں کے چہرے دیکھ کر پوچھا پھر نادیہ سے بولے۔
"چلو بیٹا! حمید اللہ بلا رہا ہے۔"
"اوکے حبہ! چلتی ہوں یونیورسٹی میں ملاقات ہوگی۔"

☼ ☼ ☼

"حبہ! ایک تو بیٹا تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں' شاپنگ تمہیں کرنی تھی' نادیہ کو ساتھ لے کر جانا تھا۔ مجھے کیوں گھسیٹ لیا۔ اب مجھے کیا پتا کہ لڑکیاں کیسے کپڑے پہنتی ہیں۔" اس کے ساتھ بیٹھے منظور صاحب نے کافی جھنجلاہٹ سے کہا۔
"پاپا! نادیہ کو فون کیا تھا۔ بزی تھی۔ اس کی پھوپھو عرف ساس آئی تھیں تو میں نے اسے فورس نہیں کیا۔ اب مجھے آپ تو آپ کو ہی کہنا تھا نا!" ان کے برعکس وہ کافی خوش گوار موڈ میں تھی۔
"کتنا چلنا ہے؟" تھوڑا سا چل کر منظور صاحب تھک گئے تھے۔
"وہ سامنے۔" حبہ نے سامنے بنے مال کی طرف اشارہ کیا۔ "وہاں جانا تھا تو رکشہ اتنی پیچھے کیوں روکا؟"
"پاپا! یہ لاہور کا سب سے بڑا مال ہے۔ یہ لمبی گاڑیوں کی لائن دیکھ رہے ہیں۔ یہاں رکشہ لا کر میں نے اپنی عزت کا فالودہ نہیں کرنا تھا۔"
منظور صاحب نے افسوس سے سر ہلایا۔
"بیٹا! انسان کو ہمیشہ اپنی حیثیت کے مطابق کام کرنا چاہیے۔ جب تمہیں پتا ہے کہ یہاں کیا اسٹینڈرڈ ہے تو پھر یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ بازار بھرے پڑے ہیں چیزوں سے۔"
"پاپا! کلاس اور ٹیسٹ بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔" وہ ان کا ہاتھ تھام کر مال کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے بولی۔ اب کی بار انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ وہ پہلی بار کسی مال میں آئے تھے۔ وہاں چلتے پھرتے لوگوں کو دیکھ کر انہیں کلاس کا اندازہ ہو رہا تھا۔
"پاپا یہ کیسا ہے؟" وہ بے خیالی میں سامنے دیکھ رہے تھے جب حبہ کی آواز پر پلٹے۔ وہ آسمانی رنگ کا کرتا ساتھ لگائے ان سے پوچھ رہی تھی۔
"بہت اچھا ہے۔" وہ واقعی بہت اچھا تھا۔
"لے لوں؟"
"ہاں ضرور' کتنے کا ہے؟"
"سات ہزار۔" حبہ نے ٹیگ پڑھ کر انہیں بتایا تو انہیں جھٹکا لگا۔
"او میرے خدا! بیٹا! یہ تو بہت مہنگا ہے۔ اتنے میں تو گھر کی کئی چیزیں آجاتی ہیں۔" وہ پریشانی سے بولے۔
"پاپا! یہ ڈیزائنر کرتا ہے ابھی تو میں نے کم قیمت والا لیا ہے اور آپ اس پر بھی مجھے ٹوک رہے ہیں۔" اس نے کرتا واپس ہینگ کر دیا۔
منظور صاحب نے اس کا چہرہ دیکھا' یقیناً وہ خفا ہو گئی تھی۔
"حبہ!" اس کو باہر نکلتا دیکھ کر انہوں نے بے ساختہ پکارا۔
"لے لو بیٹا! میں تو ویسے ہی کہہ رہا تھا۔"

"نہیں رہنے دیں۔" وہ نروٹھے پن سے بولی۔

"ارے بابا! سوری کھانا لے لو۔" وہ اسے پچکارتے ہوئے بولے تو وہ مسکرا کر ٹرے لے کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئی۔

وہ بھی اس کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔

"ارے منظور صاحب!" اپنے نام کی پکار پر وہ بے ساختہ پلٹے اور اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر ایک پل کے لیے وہ بالکل ساکت رہ گئے۔

"کیا بات ہے منظور صاحب پہچانا نہیں؟" اب کے بل ادا کرتی حبہ نے بھی مڑ کر دیکھا۔

"کیسے ہیں آپ سر؟" آخر کار منظور صاحب کو اپنے حواس بحال کر کے بولنا پڑا۔

"میں کب سے آپ کو دیکھ رہا ہوں لیکن آپ اپنے دھیان میں تھے تو سوچا۔ خود جا کر آپ سے مل لوں' تعارف نہیں کروائیں گے ان کا۔" وہ حبہ پر نظریں جما کر بولا۔

منظور صاحب کا دل چاہا وہ ایک پل ضائع کیے بغیر حبہ کو اس کی نظروں سے دور کر دیں' لیکن اس وقت یہ ممکن نہیں تھا۔

"یہ میری بیٹی ہے اور یہ ہماری فیکٹری کے مالک ندیم قریشی ہیں۔"

"کیسی ہیں آپ؟" وہ اب بھی حبہ کو دیکھ رہا تھا۔

"فائن!" وہ اپنے مخصوص انداز میں مختصر جواب دے کر کاؤنٹر کی طرف مڑ گئی۔

"ندیم بل۔" اس کے ساتھ کھڑی اس ماڈرن لڑکی نے مڑ کر کہا۔

"کتنا بنا؟" وہ حبہ کے اتنے قریب آکر کھڑا ہوا کہ حبہ بے ساختہ پیچھے ہٹی تھی۔

"فورٹی تھاؤزنڈ" کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے لڑکے نے جب رقم بتائی تو حبہ نے بڑے بے ساختہ انداز میں ندیم قریشی کو دیکھا جو کریڈٹ کارڈ پکڑاتے ہوئے بھی حبہ پر نگاہ ڈالنا نہیں بھولا تھا۔

"چلو بیٹا!" منظور صاحب نے بڑے بے ساختہ انداز میں اس کا ہاتھ کھینچا۔

"اوکے سر!" مڑ کے موتا" انہیں ندیم قریشی کو مخاطب کرنا پڑا اور اگلا ایک لمحہ ضائع کیے بغیر نکلے تھے۔

"آپ کے باس کافی ینگ ہیں پاپا۔" حبہ کی بات کا انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ "اور کافی امیر لگتے ہیں جو اپنی وائف کو اتنی شاپنگ کروا رہے تھے۔"

"وہ اس کی وائف نہیں۔" وہ زہر خند انداز میں بولے۔

"تو پھر بہن ہو گی۔"

"نہیں۔"

"اچھا!" وہ حیران ہوئی۔ "تو پھر کون اتنی خاص تھی؟"

"کوئی نہیں۔ تم بس چلو۔ یہاں سے۔" وہ اسے تقریباً کھینچ کر چلتے ہوئے بولے۔

"لیکن پاپا!"

"حبہ! مجھے اپنی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔" ان کے کہنے پر حبہ نے ان کا چہرہ دیکھا جو بالکل سفید پڑ گیا تھا۔ وہ ایکدم گھبرا گئی۔

"پاپا پلیز۔ آپ یہاں بیٹھ جائیں۔" اس نے انہیں سیڑھیوں پر زبردستی بٹھا دیا۔ "میں پانی لاتی ہوں۔"

"نہیں مجھے بس گھر لے چلو۔"

"آپ بیٹھیں میں آتی ہوں۔"

وہ تیزی سے پارکنگ کی طرف جانے لگی اپنے دھیان میں تیزی میں چلتے چلتے اس کا سر بڑی زور سے کسی کے کندھے سے ٹکرایا اس کا سر چکرا کر رہ گیا۔

"او آپ کو لگی تو نہیں؟" اس کو سر تھامتے دیکھ کر سامنے کھڑے شخص نے پوچھا اس نے بمشکل سر اونچا کیا اور پھر نظریں جیسے اس پر ٹھہر گئیں جبکہ مقابل بھی اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ حبہ کے منہ سے گہری سانس نکلی۔

"شکر ہے۔" وہ بڑبڑائی۔ "آپ کی ٹیکسی کہاں ہے؟"

"دیکھیں پلیز انکار مت کیجیے گا۔ میرے پاپا کی طبیعت ٹھیک نہیں۔" اس کی خاموشی پر اسے لگا کہ اس کی پچھلی بدتمیزی کی وجہ سے کہیں وہ انکار ہی نہ کر دے۔ "پلیز!" وہ کبھی بھی یوں کسی کی منت سماجت نہ کرتی لیکن یہاں سوال اس کے باپ کا تھا۔

"کہاں ہیں وہ؟"

"وہ ادھر مال کے باہر۔"

"اوکے۔ میں گاڑی لے کر آتا ہوں۔" وہ تیزی سے مڑ گیا۔

جب وہ منظور صاحب کے پاس پہنچی وہ تب بھی آنکھیں بند کیے بیٹھے تھے ان کی طبیعت واقعی خراب لگ رہی تھی۔ اسے انتظار کرتے پندرہ منٹ گزر گئے لیکن ٹیکسی ڈرائیور کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ غصے اور بے بسی

سے اس کا برا حال تھا تب ہی ایک ٹیکسی اس کے قریب آ کر رکی اور اسے اس ٹیکسی سے نکلتے دیکھ کر وہ پھٹ پڑی۔
"میں نے بتایا تھا کہ میرے پاپا کی طبیعت ٹھیک نہیں لیکن اس کے باوجود اتنی دیر۔ پندرہ منٹ سے پاگلوں کی طرح انتظار کر رہی ہوں۔"
"حبہ!" منظور صاحب نے زور سے اسے آواز دی وہ جو ہونٹ بھینچے اس کو دیکھ اور سن رہا تھا۔ تیزی سے منظور صاحب کی طرف بڑھا اور ہاتھ کا سہارا دے کر انہیں کھڑا کیا۔
"سوری انکل! مجھے ٹیکسی ارینج کرنے میں ٹائم لگ گیا۔ آپ کو اسپتال لے جاؤں۔" وہ منظور صاحب کو فرنٹ سیٹ پر بٹھاتے ہوئے پوچھنے لگا۔
"نہیں بیٹا! بہت شکریہ میری دوائیں گھر ہیں وہ کھاؤں گا تو ٹھیک ہو جاؤں گا۔"
وہ اب منظور صاحب سے باتیں کر رہا تھا جبکہ پیچھے بیٹھی حبہ تلملا رہی تھی۔
"بس یہیں روک دیں" مین روڈ پر حبہ نے اس کو ٹیکسی روکنے کو کہا تھا۔
منظور صاحب نے مڑ کر اسے دیکھا۔
"یہاں کیوں بیٹا؟ گھر کے آگے اترتے ہیں۔" منظور صاحب کے کہنے پر اس نے شیشے میں پیچھے دیکھا۔ اب وہ پاپا سے کیا کہتی۔ وہ اس کو گھر کا پتا نہیں بتانا چاہتی اور وہ آگے بیٹھا جیسے اس کی کیفیت کا مزہ لے رہا تھا۔ ٹیکسی گھر کے آگے رکی تو وہ غصے سے اتری اور اسی غصے سے گھر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی، یہ بھی یاد نہ رہا کہ پاپا کی طبیعت خراب ہے۔ پتا نہیں کیوں اس ٹیکسی ڈرائیور کو دیکھ کر اسے غصہ آجاتا تھا اور اس کی خاموشی اور مخصوص مسکراہٹ سے چڑ ہوتی تھی۔
"حبہ بیٹا! کھانے کو کچھ لے آؤ۔" کچھ دیر بعد اس نے منظور صاحب کی آواز سنی تو تیزی سے اٹھی لیکن دروازے پر ہی اسے رکنا پڑا۔
"نہیں انکل! اس کی ضرورت نہیں۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔ یہ میرا نمبر رکھیں اگر میری ضرورت پڑے تو مجھے کال کرلیں۔ میں حاضر ہو جاؤں گا۔"
"جیتے رہو بیٹا!" منظور صاحب نے اپنے آگے جھکے اس کے سر پر پیار کیا۔ سیدھے ہو کر اس نے ایک طائرانہ نظر پورے گھر پر ڈالی اور باہر نکل گیا۔

گیٹ بند ہونے پر وہ تلملاتی ہوئی اندر آئی۔
"پاپا کیا ضرورت تھی ایک ٹیکسی ڈرائیور کو اندر بلانے کی اور اتنا سر چڑھانے کی۔"
"حبہ!" منظور صاحب نے افسوس سے اسے دیکھا۔
"ٹیکسی ڈرائیور انسان ہوتے ہیں اور پھر وہ کتنا شریف اور تمیزدار بچہ تھا۔"
"پاپا! آپ کو کیسے پتا۔ وہ شریف تھا۔" وہ جھنجلا کر پوچھنے لگی۔
"شرافت اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی اور کیا یہ اس کی شرافت نہیں تھی کہ اس کی ٹیکسی خراب تھی پھر بھی تمہارے کہنے پر وہ کسی کی ٹیکسی لے کر ہمیں چھوڑنے آیا۔"
"تو کوئی احسان نہیں کیا۔ کرایہ لیا ہے۔"
"اس نے نہیں لیا۔"
"کیا؟" وہ چیخ پڑی۔ "حد ہوتی ہے پاپا اب جب ملے گا کرایہ مانگے گا۔" وہ آخر میں بڑبڑا کر رہ گئی۔
"میں دودھ کے ساتھ آپ کو دوائی دیتی ہوں آپ کھا کر لیٹ جائیں۔" وہ کہہ کر کچن میں آگئی۔

☆ ☆ ☆

"آپ نے مجھے بلایا سر!"
"آئیں منظور صاحب! اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" منظور صاحب نے کچھ حیرت سے ندیم قریشی کو دیکھا۔
"اب تو کچھ بہتر ہے۔"
"آپ کھڑے کیوں ہیں، بیٹھیں۔" وہ اس مہربانی پر حیران ہوتے ہوئے بیٹھ گئے۔
"اس دن آپ نے لون کی بات کی تھی میں شرمندہ ہوں، میں نے اس دن روڈلی بات کی، پراویڈنٹ فنڈ آپ کا حق ہے۔ آپ ان فارم پر سائن کردیں۔ کچھ دنوں میں آپ کو لون مل جائے گا۔" منظور صاحب کچھ لمحوں کے لیے بول ہی نہیں سکے۔ یہ کایا پلٹ کیسی۔
"منظور صاحب!" ندیم قریشی قدرے زور سے بولا تو انہوں نے چونک کر پہلے اسے اور پھر اس فارم کو دیکھا۔
"لیجیے۔" ندیم قریشی نے پین ان کی طرف بڑھایا۔
منظور صاحب نے گہرا سانس لیا اور مطلوبہ جگہ پر سائن کر دیے۔

✡ ✡ ✡

"اس وقت کون آگیا؟" وہ حیران ہوتی ہوئی گیٹ کی طرف بڑھی۔

"سرپرائز۔" گیٹ کھلتے ہی اسے پہلے تابش کی آواز سنائی دی اور پھر شکل دکھائی دی۔

"ارے اتنی حیران کیوں ہو۔" وہ اندر آتے ہوئے بولا حبہ واقعی اسے دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

"یہ لو۔" اس نے حبہ کی طرف شاپر بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا ہے؟"

"یہ امی نے تمہارے لیے سوٹ اور جیولری بھیجی ہے اور یہ مٹھائی میں لے کر آیا ہوں' ایک گڈ نیوز ہے۔ گیس کرو۔" تابش کے لہجے سے اس کی خوشی ظاہر ہورہی تھی۔

"تمہیں جاب مل گئی ہے۔" حبہ نے بڑے مطمئن انداز میں کہا تھا تو اب کی بار وہ حیران رہ گیا تھا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا؟"

"تمہارے انداز سے۔" وہ کہہ کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

"لیکن تمہیں یہ نہیں پتا کہ مجھے یہ جاب دبئی میں ملی ہے۔"

"اچھا!" وہ مسکرا کر بولی۔

"کیا بات ہے تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"نہیں۔ مجھے واقعی خوشی ہوئی ہے۔"

"تو پھر تمہارا انداز اتنا بجھا بجھا کیوں ہے اور تمہاری آنکھیں بھی روئی روئی لگ رہی ہیں۔" اب کے تابش نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

"نہیں' بس ایسے ہی سر میں درد تھا۔" حبہ نے دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیر کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔

"مجھے بتاؤ حبہ! ضرور کوئی بات ہے۔" وہ اب بالکل اس کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔

"پاپا کی وجہ سے پریشان ہوں۔ دن بہ دن ان کی صحت گرتی جارہی ہے۔ پوچھتی ہوں تو کہتے ہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔ کل تو میں نے انہیں خون کی الٹی کرتے دیکھا تھا لیکن وہ مانتے ہی نہیں۔" کہتے ہوئے اس کی آواز بھی بھرا گئی۔

"اوہ!" تابش نے افسوس سے سہلایا۔ "میں انکل سے مل لوں۔"

"ہاں۔ تم چلو' میں تمہارے لیے چائے لے کر آتی ہوں۔" وہ سہلا کر منظور صاحب کے کمرے کی طرف مڑ گیا۔

جب وہ چائے لے کر آئی تابش کچھ بات کررہا تھا لیکن اسے دیکھ کر خاموش ہوگیا۔ چائے پینے کے دوران وہ منظور صاحب سے دبئی والی جاب ڈسکس کرتا رہا۔ وہ کچھ دیر تو بیٹھی رہی پھر منظور صاحب کے لیے دودھ گرم کرنے کے لیے کچن میں آگئی۔ آہٹ پر اس نے چونک کر دیکھا تابش برنر بند کررہا تھا۔

"تمہارا دھیان کہاں ہے؟ دودھ ابل رہا ہے۔"

"اوہ" وہ افسوس سے چولہے پر گرے دودھ کو دیکھنے لگی۔

"تم خواہ مخواہ اتنا پریشان ہورہی ہو' انکل ٹھیک ہیں۔" حبہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"اب اپنا موڈ ٹھیک کرلو۔ آخری دفعہ تمہاری یہ سڑیل شکل دیکھ کر جاؤں گا تو کیا اچھے خیالات آئیں گے مجھے۔" اس کے منہ بنانے پر وہ بے ساختہ انداز میں مسکرائی تھی۔

"یہ ہوئی نا بات اور وہ تمہاری دوست اس کا کیا بنا ہوگئی اس کی منگنی۔"

"ہاں اس کے کزن سے۔"

"اور وہ جو اپنی پسند کو لے کر اتنی پریشان تھی۔" تابش نے زیر لب مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"چھوڑو اس بے کار آدمی کو میں نادیہ کو لے کر گئی تھی فیس ٹو فیس بات کروانے تاکہ بعد میں اسے کوئی افسوس نہ رہے۔"

"تم اس لڑکے سے ملنے ریسٹورنٹ گئی تھیں؟" ساری بات کے درمیان تابش کو یہی بات قابل غور لگی تھی۔

"ہاں اور نادیہ بھی تو میرے ساتھ تھی۔"

"حد ہوتی ہے حبہ! تمہیں کیا ضرورت تھی یہ ڈیٹ ارینج کرنے کی۔ مجھے بالکل اچھا نہیں لگا۔" وہ ناگواری سے بولا۔ حبہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"تابش! میں کوئی ڈیٹ پر نہیں گئی تھی۔ میں یونیورسٹی میں اتنے لڑکوں کے ساتھ پڑھتی ہوں۔"

"وہ اور بات ہے۔" وہ اس کی بات کاٹ کر بولا۔ "لیکن یوں ریسٹورنٹ میں جاکر لڑکوں سے ملنا۔"

"لڑکوں نہیں لڑکا' وہ بھی جس سے میرا کوئی واسطہ نہیں

تھا۔" وہ ایک دم مشتعل ہو کر بولی۔ "ابھی تمہارا اس سے کوئی واسطہ نہیں تھا تو تم ملنے چلی گئیں اور اگر ہو تا تو۔" وہ بھی بھڑکے ہوئے انداز میں بولا۔ حبہ کچھ لمحوں کے لیے بول نہیں سکی۔

"تم مجھ پر شک کر رہے ہو۔"

"شک نہیں کر رہا صرف یہ بتا رہا ہوں۔ مجھے پسند نہیں یہ سب۔ تمہیں ضرورت کیا ہے پرائے پھڈے میں ٹانگ اڑانے کی۔" حبہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تابش بھی خاموش ہو گیا۔ "چلتا ہوں اگر جانے سے پہلے ٹائم ملا تو کال کر جاؤں گا۔ اللہ حافظ۔" حبہ کا دل اتنا خراب ہو گیا تھا کہ وہ اسے اچھے طریقے سے اللہ حافظ بھی نہ کہہ سکی۔

✡ ✡ ✡

منظور صاحب نے اضطرابی انداز میں پہلو بدلا تو ساتھ بیٹھے حمید اللہ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر انہیں دلاسا دیا۔ "اللہ پر بھروسا رکھو یار! سب ٹھیک ہو جائے گا۔" جواب دینے کے بجائے وہ سر ہلا کر رہ گئے۔ "منظور اسلم! آپ کو ڈاکٹر صاحب بلا رہے ہیں۔" ریسیپشن پر کھڑے لڑکے نے انہیں اندر جانے کے لیے کہا تھا۔ جب وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔

"آیئے منظور صاحب بیٹھیے۔" انہیں دیکھ کر ڈاکٹر صاحب نے کہا تو وہ اور حمید اللہ ڈاکٹر کی میز کے آگے رکھی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ "ہوں" ڈاکٹر نے ہنکارا بھرا اس کی نظریں اپنے سامنے رکھی فائل پر تھیں "آپ کی جو رپورٹ شوکت خانم بھیجی تھی۔ وہ آگئی ہے اور مجھے جو اندیشہ تھا۔ وہ صحیح ثابت ہوا۔" منظور صاحب کی دھڑکنیں سست ہونے لگی تھیں۔ "آپ کو کینسر ہے۔" منظور صاحب کے کان سائیں سائیں کرنے لگے ڈاکٹر کے کمرے میں لگے اے سی کی خنکی انہیں اپنے جسم میں اترتی محسوس ہو رہی تھی۔

ڈاکٹر نے منظور صاحب کا چہرہ دیکھا تو گہرا سانس لے کر بولے۔

"حوصلہ کریں منظور صاحب! اگر بیماری اللہ کی طرف سے آتی ہے تو شفا دینے والی ذات بھی اسی کی ہے۔ اگرچہ آپ کا کینسر کافی پھیل چکا ہے لیکن میں پھر بھی ناامید نہیں۔ آپ کو جلد از جلد اسپتال میں ایڈمٹ ہونا ہو گا۔"

منظور صاحب جیسے بالکل بت بن کر رہ گئے تھے۔

"ڈاکٹر صاحب! خرچا کتنا ہو گا۔" حمید اللہ نے سوال کیا تھا۔

"آپ تو جانتے ہیں۔ یہ بہت مہنگا علاج ہے۔ خرچ تو لاکھوں میں ہو گا۔ آپ انہیں ایڈمٹ کروائیں چارجز آپ کو ریسیپشن سے پتا چل جائیں گے۔" کہنے کے ساتھ انہوں نے دوبارہ منظور صاحب کو دیکھا۔

"او کے ڈاکٹر صاحب! ہم رقم کا بندوبست کر کے آپ کو اطلاع کرتے ہیں۔" حمید اللہ نے ڈاکٹر سے مصافحہ کرنے کے بعد منظور صاحب کو کھڑا کیا۔ جب وہ کمرے سے باہر نکلے تو انہیں واضح طور پر اپنی ٹانگیں کانپتی محسوس ہوئیں۔ وہ اسپتال کی سیڑھیاں اترتے ہوئے وہیں نڈھال ہو کر بیٹھ گئے اور ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رو دیے۔ حمید اللہ ان کی کیفیت سمجھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ "یار تم تو میرے اتنے بہادر دوست ہو' بیماری کا مقابلہ کرنے کے بجائے تم ہمت چھوڑ کر بیٹھ گئے ہو۔" منظور اگر تمہیں حبہ سے پیار ہے تو تمہیں اس کی خاطر علاج کروانا پڑے گا تم نے سنا نا ڈاکٹر نے کہا کہ وہ ناامید نہیں۔

"یار! مرتو جانا ہے تو وہ پیسہ کیوں نہ حبہ کے کام آئے۔"

"کیسی فضول باتیں کرتے ہو حبہ کے لیے تم اہم ہو' پیسہ نہیں اگر تم اسپتال میں ایڈمٹ نہ ہوئے تو میں حبہ کو سب بتا دوں گا۔"

"نہیں۔" وہ بے ساختہ بولے۔

"تو بس اب اٹھو اور ہمت سے کام لو۔" انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے ان کا چہرہ صاف کیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر سیڑھیاں اترنے لگے۔

✡ ✡ ✡

ندیم قریشی نے ابرو اچکا کر ان کا چہرہ دیکھا جو چہرہ جھکائے مغموم بیٹھے تھے۔ "مجھے بہت افسوس ہوا آپ کو اتنی خطرناک بیماری ہے۔ آپ کے گھر میں کون کون ہے۔؟

"میں ہوں اور میری بیٹی۔"

"ہوں۔" وہ ہنکارا بھر کر بولا "یقیناً" آپ اپنی بیٹی کی وجہ سے پریشان ہوں گے آپ کے بعد اس کا کون ہے۔"

"یہی تو ساری پریشانی ہے سر۔"

"آپ کی یہ پریشانی میں دور کر سکتا ہوں اگر آپ چاہیں

تو۔" منظور صاحب نے الجھے ہوئے انداز میں اسے دیکھا۔ جو اپنی کرسی سے اٹھ کران کے قریب آکر کھڑا ہو گیا تھا۔

"میں آپ کو ابھی اسی وقت سات لاکھ دینے کو تیار ہوں اور واپسی کی بھی ضرورت نہیں 'لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ آپ کو اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کرنا ہو گی۔" منظور صاحب کے کانوں میں دھماکہ ہوا تھا ان کا دماغ جو انہیں خطرے کا سگنل دے رہا تھا وہ صحیح ثابت ہوا تھا۔

"سوچ کیا رہے ہیں منظور کریں فائدے کا سودا ہے۔ آپ کی بیٹی کی پریشانی بھی ختم ہو جائے گی اور آپ کا علاج بھی ہو جائے گا۔"

"ندیم صاحب میری بیٹی کی منگنی ہو چکی ہے اور کچھ عرصے میں اس کی شادی بھی ہونے والی ہے۔" وہ اٹک اٹک کر بولے۔

"ہونے والی ہے نا' ہوئی تو نہیں اور مجھ جیسا داماد آپ کو کہاں ملے گا جو لینے کے بجائے دے رہا ہے۔ بہت خوش رکھوں گا آپ کی بیٹی کو۔" منظور صاحب نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر اسے تر کیا۔

"ندیم صاحب! ہم غریب لوگ ہیں اور ہمارے ہاں زبان کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ منگنی ہو چکی ہے میں انکار نہیں کر سکتا۔ دوسرا یہ رشتہ میری بیٹی کی پسند سے ہوا ہے اور پھر آپ شادی شدہ ہیں' تین بچوں کے باپ ہیں۔"

ندیم نے زور سے ہاتھ ٹیبل پر مارا "یہ آپ کا مسئلہ نہیں کہ میں شادی شدہ ہوں میں آسانی سے دوسری شادی افورڈ کر سکتا ہوں اور جو چیز پسند آجاتی ہے' میں اسے حاصل کر کے چھوڑتا ہوں اور آپ کی بیٹی تو پہلی نظر میں میرے دل کو بھا گئی تھی۔" منظور صاحب کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔

"پھر کیا کہتے ہیں؟" وہ اب ٹہلتا ہوا واپس جا کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میں معذرت چاہتا ہوں ایسا ممکن نہیں۔" ندیم قریشی کے چہرے کی مصنوعی شرافت یک دم غائب ہوئی تھی۔

"ناممکن کو ممکن کرنا مجھے آتا ہے۔ ابھی تک میں نے شرافت سے بات کی ہے' لیکن لگتا ہے تمہارے بوڑھے دماغ میں گھسی نہیں' یہ تو تم بھول جاؤ کہ میں تمہیں کوئی پیسہ دوں گا۔ دوسرا تمہاری بیٹی کو اٹھوانا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں اور تیسرا اس دن جو میں نے فارم سائن کروائے تھے' وہ لون کے لیے نہیں تھے بلکہ اس میں لکھا تھا کہ تم نے مجھ سے بیس لاکھ ادھار لیے ہیں جو ادا نہ کرنے کی صورت میں میں تم سے تمہاری بیٹی کا رشتہ لے سکتا ہوں۔" وہ مکارانہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔ جبکہ منظور صاحب کا خون بالکل خشک ہو کر رہ گیا۔

"اتنا بڑا دھوکا۔" وہ دکھ اور حیرت کے مارے اتنا ہی بول سکے۔

"اسے دھوکا نہیں عقل مندی کہتے ہیں۔ میں تمہیں ایک ہفتے کا وقت دیتا ہوں۔ اس کے بعد جو ہو گا' تم اس کے خود ذمہ دار ہوں گے۔" منظور صاحب جب وہاں سے نکلے محاورتا" نہیں حقیقتا" ان کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ ساری بات سن کر حمید اللہ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔ وہ حیرت سے منظور صاحب کو دیکھ رہے تھے جنہوں نے دونوں ہاتھوں میں اپنا سر تھام رکھا تھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آرہا حمید اللہ! کیا کروں اگر آگے کنواں ہے تو پیچھے کھائی ہے۔ میں علاج کے لیے پیسوں کا سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا۔ یہاں عزت کے لالے پڑ گئے ہیں۔ اس دن جب مال میں یہ خبیث آدمی ملا تھا' حبہ پر جمی نظروں سے مجھے پریشانی ہوئی تھی۔ لیکن وہ اس حد تک گر جائے گا یہ مجھے اندازہ نہیں تھا۔ اوپر سے تابش بھی چلا گیا۔ جو میرے پاس رقم تھی وہ بھی تابش کو دے دی۔"

حمید اللہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔ "کیوں؟"

"اسے دبئی والی جاب کے لیے پیسوں کی ضرورت تھی۔ وہ جب آیا تو میں انکار نہیں کر سکا کیونکہ میرا جو بھی ہے وہ حبہ کا ہی ہے۔ تابش حبہ کا فیوچر ہے حبہ کے کام آئے گا۔"

"حبہ کو پتا ہے۔"

"نہیں۔" منظور صاحب نے سر نفی میں ہلایا "میں اس کو بتاؤں گا بھی نہیں' وہ بہت جذباتی ہے سوچے سمجھے بغیر ری ایکٹ کر دے گی۔ تابش کا ہی تو سہارا ہے۔"

"خیر سہارا اللہ کی ذات کا ہی ہوتا ہے۔ بہرحال تم کل سے جاب پر مت آنا۔"

"ہاں میں نے بھی یہی سوچا ہے۔ حمید اللہ تم میرا ایک کام کرو گے۔"

"ہاں بولو یار!"

"جتنا عرصہ میں اسپتال میں رہوں حبہ کو اپنے پاس رکھنا اور اگر مجھے کچھ ہو جائے تو میرا مکان بیچ کر رقم حبہ کے حوالے کر دینا اور اسے اس کی خالہ کے گھر چھوڑ آنا۔"

"کیسی باتیں کررہے ہو منظور! تمہیں کچھ نہیں ہوگا تم اپنے ہاتھوں سے حبہ کو رخصت کروگے۔"
"اللہ کرے ایسا ہو۔" وہ نم آنکھوں کے ساتھ بولے۔

✡ ✡ ✡

"یہ ایسا کون سا کام نکل آیا جو آفس والے آپ کو اتنی دور بھیج رہے ہیں۔" وہ ان کا بیگ پیک کرنے کے ساتھ ساتھ مسلسل بول رہی تھی۔
"بس بیٹا! مجبوری ہے۔"
"پاپا آپ کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں رہتی۔ آپ جاب چھوڑ دیں۔ ہمیں ضرورت نہیں۔ پہلے آپ کی صحت ہے۔"
"ہاں کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو بس یہ آخری ٹور ہے پھر اس کے بعد آرام ہی آرام ہوگا۔" وہ اس پر نظریں جما کر بولے۔
"تم بھی اپنا سامان پیک کرلو جب تک میں باہر رہوں گا۔ تم حمید اللہ کی طرف رہوگی۔ تم یہاں اکیلی رہوگی تو میں ادھر پریشان رہوں گا۔"
حبہ نے بیگ سے نظریں ہٹا کر انہیں دیکھا۔
"ٹھیک ہے پاپا! لیکن آپ جلدی آجانا۔ میں زیادہ دن آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔" اس کے کہنے پر وہ مسکرا کر رہ گئے۔

✡ ✡ ✡

"یہ تمہارا منہ کیوں سوجا ہے موڈ تو ٹھیک کرو۔" حبہ نے بے زاری سے نادیہ کی شکل دیکھی۔
"حبہ! تم جانتی ہو نا۔ ابو نے تمہیں گھر سے باہر نکلنے سے منع کیا تھا۔ اب اگر انہیں پتا چلا کہ تم باہر گئی ہو میرے ساتھ تو انہوں نے تمہیں تو کچھ نہیں کہنا۔ میری شامت آجائے گی۔"
"ایک تو مجھے اس روک ٹوک کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ جب سے تم لوگوں کے گھر آئی ہوں قید ہو کر رہ گئی ہوں۔" اب کے وہ جھنجلا کر بولی۔
اس سے پہلے نادیہ اس کو کوئی جواب دیتی' ایک گاڑی تیزی سے ان کے قریب آکر رکی تھی۔ نادیہ نے چونک کر اور حبہ نے سرسری سی نظر گاڑی سے اترنے والے تین لمبے چوڑے آدمیوں پر ڈالی۔ اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر نادیہ نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر حبہ کا بازو تھاما اور بھاگنا شروع کردیا جبکہ اس افتاد پر حبہ بوکھلا کر اس کے ساتھ بھاگنے لگی۔
اتنے رش میں دو بھاگتی لڑکیاں کچھ لوگوں کے لیے حیرت اور کچھ لوگوں کے لیے انجوائے منٹ کا باعث بنی تھیں۔ نادیہ کو چھپنے کے لیے جو جگہ ٹھیک لگی تھی وہ ایک گارمنٹس شاپ تھی وہ اسی طرح حبہ کا بازو کھینچتی کاؤنٹر کے پیچھے چھپ گئی۔ "یہ کیا ہورہا ہے مجھے کچھ بتاؤ گی۔" حبہ پھولی سانسوں کے ساتھ بولی جبکہ نادیہ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ کا اشارہ کیا اور خود وہ کاؤنٹر کی آڑ سے باہر جھانکنے لگی۔
"کیا کوئی کتا پیچھے لگ گیا تھا؟" حبہ سے مزید چپ نہیں رہا جا رہا تھا۔
"یہی سمجھ لو۔" نادیہ بھنچی ہوئی آواز میں بولی۔
"کوئی مسئلہ ہے مس جی؟" دکاندار جو کب سے ان دو لڑکیوں کا تماشا دیکھ رہا تھا آخر کار بول پڑا۔
"دراصل ہمارے پیچھے کچھ لوگ لگے ہیں ان سے چھپنے کے لیے یہاں آئے ہیں۔ اب شاید وہ چلے گئے ہیں۔" نادیہ نے ایک بار پھر باہر دیکھتے ہوئے کہا۔
"آپ کی بہت مہربانی ہوگی اگر آپ کوئی ٹیکسی یا رکشہ ہمارے لیے ارینج کردیں۔"
"کون لوگ ہیں وہ؟" دو مجبور لڑکیوں کو دیکھ کر دکاندار کا پاکستانی خون کھول اٹھا تھا۔
"ان کو دفع کریں' بس ہمارے جانے کا انتظام کردیں اور دیکھیں پلیز بندہ آپ کا اعتماد والا ہو۔"
"آپ فکر نہ کریں یہاں بیٹھیں میں ابھی آتا ہوں۔"
حبہ تو بس حیرانی سے نادیہ کی باتیں سن رہی تھی جبکہ پریشانی اس کے چہرے سے ظاہر ہورہی تھی۔
"یہ کیا اسٹوری ہے نادیہ! کون ہمارا پیچھا کررہا تھا۔"
"بتاتی ہوں لیکن گھر جاکر۔" سارا راستہ بھی ان کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ گھر کے آگے پہنچتے ہی حبہ نے پھر سے اپنا سوال دہرایا تھا۔
"تم ندیم قریشی کو جانتی ہو؟"
"ندیم قریشی؟" اس نے کچھ حیرت سے دہرایا۔
"اوہاں!" پھر یاد آنے پر بولی "پاپا کا ایم ڈی۔"
"ہاں وہی۔ یہ اس کے آدمی تھے۔"
"کیا؟" وہ حیران ہوئی اس سے پہلے وہ مزید سوال کرتی دروازہ کھل گیا تھا دروازے میں نادیہ کی بمن پریشان چہرہ

لیے کھڑی تھی۔
"تمہیں کیا ہوا؟" اس کو دیکھتے ہی دونوں بے ساختہ بولی تھیں۔
"باہر سے آتے ہوئے کسی نے ابو پر حملہ کیا ہے۔" وہ دونوں تیزی سے اندر داخل ہوئی تھیں۔ نادیہ تو تیزی سے حمید اللہ کے کمرے میں داخل ہوگئی لیکن وہ باہر رک گئی اسے اندر جانا مناسب نہیں لگا۔
"یہ کیا ہوا ابو آپ کو؟" اسے نادیہ کی پریشان آواز سنائی دی۔
"میں نے تمہیں منع کیا تھا نا کہ حبہ باہر نہ جائے اور تم اسے لے کر چلی گئیں۔" حمید اللہ کی غصیلی آواز پر حبہ نے پریشانی سے دروازہ کو دیکھا۔
"اس ندیم قریشی کو شک تھا کہ حبہ ہمارے گھر میں ہے اور میں نے ہمیشہ یہ ماننے سے انکار کیا وہ نظر رکھے ہوئے تھا ہمارے گھر پر۔ آج اس نے تمہیں اور حبہ کو ساتھ گھر سے نکلتے دیکھ لیا۔ ظاہر ہے اس کے شک کی تصدیق ہوگئی کہ حبہ ہمارے پاس ہے۔ اس نے نہ صرف مجھے جاب سے نکال دیا بلکہ میرا یہ حال کروایا ہے۔ مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر حبہ کو اس کے حوالے نہ کیا تو وہ میری بیٹیوں کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔"
"نادیہ کے ابو! میں نے آپ سے کہا تھا۔ کسی کی مصیبت آپ گلے نہ ڈالیں۔ یہ بڑا نازک معاملہ ہے۔ ہمارے گھر خود تین جوان بیٹیاں ہیں۔ وہ گھٹیا آدمی اپنے پیسے کے بل بوتے پر کچھ بھی کر سکتا ہے اگر آج اس نے آپ کے ساتھ یہ کیا ہے کل وہ ہمارے گھر بھی گھس سکتا ہے۔ کیا کریں گے آپ۔"
حبہ مزید خود کو نہیں روک سکی۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آگئی۔ ان تینوں نے چونک کر اسے دیکھا جبکہ حبہ، حمید اللہ کو دیکھ رہی تھی جن کے بازو اور ماتھے پر پٹی باندھی تھی اور چہرے پر بھی زخموں کے نشان تھے۔
"انکل! کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ ندیم قریشی کیوں میرے پیچھے پڑا ہے اور کیوں اس کے آدمیوں نے آپ پر حملہ کیا؟"
حمید اللہ نے نادیہ کی طرف دیکھا۔
"دراصل اس نے انکل سے تمہارا رشتہ مانگا تھا لیکن انکل نے انکار کر دیا کیونکہ اس کا کریکٹر اچھا نہیں۔ لیکن اس نے انکل کو بلیک میل کرنا شروع کر دیا۔ کسی پیپر پر سائن کروا لیے جس کے مطابق وہ اس کے مقروض ہیں۔ اس نے انکل کے خلاف کیس کر دیا ہے کہ وہ رقم دیں یا اپنا مکان اس کے نام کر دیں۔ اور ہم نے تمہیں پاس رکھا ہے اس لیے وہ اب ابو کے پیچھے پڑ گیا ہے۔"
"مجھے پاپا سے بات کرنی ہے۔" ساری بات سن کر وہ ایک جملہ بولی تھی۔
"حبہ"
"پلیز انکل!" اس نے ملتجی انداز میں حمید اللہ کو دیکھا۔
حمید اللہ نے فون نکال کر منظور کا نمبر ڈائل کیا وہ فون لے کر باہر آگئی۔ بیل جارہی تھی۔ ساتویں بیل پر اسے منظور صاحب کی آواز سنائی دی تو آنسو بڑے بے ساختہ انداز میں اس کی آنکھوں سے نکلے تھے۔ "حمید اللہ خیریت ہے اس وقت فون کیا؟" وہ شاید سو رہے تھے۔
"پاپا!" وہ بمشکل اتنا بول سکی۔
"حبہ؟" وہ جیسے حیران ہو کر بولے "تم ٹھیک ہو نا؟" اب حیرانی کی جگہ پریشانی نے لے لی تھی۔
"آپ نے میرے ساتھ ٹھیک نہیں کیا پاپا! اتنا کچھ ہوگیا اور مجھے پتا ہی نہیں چلا۔ میں آپ کے لیے اتنی پرائی ہوگئی تھی کہ مجھے دوسروں سے پتا چل رہا ہے کہ آپ کتنی بڑی مشکل میں ہیں۔" وہ ایک ہی سانس میں ان سے کتنے شکوے کر گئی تھی۔
"کیا بتایا ہے تمہیں حمید اللہ نے؟" ان کی آواز میں لرزش اتر آئی تھی۔
"جو آپ کے ایم ڈی نے آپ کے ساتھ کیا۔ پاپا آپ مجھ سے تو بات کرتے اس نے دھمکی دی اور آپ ڈر گئے، کیا وہ میری مرضی کے بغیر مجھ سے شادی کر سکتا ہے۔"
"تم نہیں جانتیں حبہ! میں کتنا مجبور ہوں۔" وہ تھکے تھکے انداز میں بولے۔
"لیکن میں کچھ نہیں جانتی پاپا! اب مجھے آپ کے پاس آنا ہے۔ آپ بتائیں۔ آپ کہاں ہیں۔" وہ دونوں گالوں پر پھیلے آنسو صاف کرتے ہوئے تیزی سے بولی۔
"حبہ! جذباتی مت ہو۔ تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتیں یہاں جگہ نہیں۔" وہ گھبرا کر بولے۔
"میں آپ کے ساتھ ہر جگہ پر رہ سکتی ہوں۔ آپ نہیں جانتے پاپا! انکل کی فیملی کو ہماری وجہ سے کتنی پرابلم ہو رہی ہے اور میں اب انہیں مزید تکلیف نہیں دینا چاہتی اگر آپ مجھے اپنا پتا نہیں دیں گے تو میں گھر چلی جاؤں گی لیکن

اب میں یہاں نہیں رہوں گی میں یہ فیصلہ کر چکی ہوں۔"
"حبہ! میری جان!" وہ بے بس ہو کر بولے۔
"مجھے کچھ نہیں سننا پاپا!"
"فون حمید اللہ کو دو۔" وہ فون لے کر انکل کے پاس آگئی اور ان کو فون دے کر کمرے میں آ کر اپنا سامان پیک کرنے لگی۔
تھوڑی دیر بعد حمید اللہ اس کے کمرے میں آئے تھے۔
"حبہ بیٹا! یہ سراسر تمہارا جذباتی فیصلہ ہے۔ منظور اس وقت پہلے ہی پریشان ہے۔ تم اس کی مشکل کو اور نہ بڑھاؤ۔"
"انکل میں آپ کی مشکل کو ختم کرنا چاہتی ہوں اور پاپا اس وقت اکیلے سب برداشت کر رہے ہوں گے' میرا ان کے پاس ہونا بہت ضروری ہے۔ پلیز آپ مجھے مت روکیں۔" وہ خاموش ہو گئے تھے جبکہ وہ تیزی سے سامان پیک کر رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

ٹیکسی اسپتال کے سامنے رکی تو اس نے حیرت سے سامنے دیکھنے کے بعد حمید اللہ کی طرف دیکھا جو اس سے نظریں چرا کر ٹیکسی سے اتر گئے تھے وہ بھی جلدی سے دروازہ کھول کر باہر آئی۔
"انکل! ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟" اس نے پریشان نظروں سے اردگرد جاتے لوگوں کو دیکھا۔ حمید اللہ کوئی جواب دیے بغیر تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔
"انکل! پاپا ٹھیک ہیں نا؟" انہیں اپنے پیچھے حبہ کی کانپتی آواز سنائی دی تو انہیں اثبات میں سر ہلانا پڑا لیکن نہ جانے کیوں اس کا دل تیز دھڑکنے لگا تھا۔ کسی انہونی کے احساس سے۔ حمید اللہ کے پیچھے چلتے ہوئے وہ ایک کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ سامنے بستر پر کوئی لیٹا تھا۔ وہ پہلی نظر میں اسے پہچان نہیں سکی۔ لیکن جب اس شخص نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تو اپنی چیخ روکنے کے لیے اس کے ہاتھ بے ساختہ اپنے ہونٹوں تک گئے تھے۔ جبکہ آنکھوں کے سامنے کا منظر دھندلا گیا تھا۔
سامنے بستر پر لیٹا وہ لاغر شخص جسے وہ پہلی نظر میں پہچان نہیں سکی تھی وہ اس کا باپ تھا۔ صرف ایک ماہ پہلے جب اس نے آخری دفعہ انہیں دیکھا تھا وہ ایسے تو نہ تھے یہ تو کوئی اور ہی تھا' سر پر کہیں بالوں کا نشان نہ تھا' ہڈیوں کا ڈھانچہ' سیاہ رنگ یہ کیا ہو گیا تھا۔
"حمید اللہ! میں نے تمہیں منع کیا تھا نا۔" اس نے اپنے باپ کی آواز سنی لیکن اس میں بھی فرق تھا۔ وہ نحیف اور کانپ رہی تھی۔
"میں مجبور تھا۔ حالات ہی کچھ ایسے ہو گئے تھے۔" منظور صاحب کی حالت کے پیش نظر انہوں نے کچھ بھی کہنے سے گریز کیا تھا۔
"حبہ!" حمید اللہ نے قریب جا کر اسے پکارا جو دروازے کو اتنی مضبوطی سے تھامے کھڑی تھی کہ اگر اس کا سہارا نہ ہوتا تو کب کی زمین پر گر چکی ہوتی۔ حمید اللہ اس کی حالت سمجھ رہے تھے' انہوں نے اسے کندھوں سے تھام کر سہارا دیا اسی سہارے کے ساتھ اسے بیڈ تک لے آئے۔
"حبہ! میری جان! ناراض ہے اپنے پاپا سے؟" وہ ان کے بازو اور ہاتھ پر لگی ڈرپس کی پروا کیے بغیر ان کے سینے سے لپٹ گئی اور اس کے بعد اتنی شدت سے روئی کہ پاس کھڑے حمید اللہ بھی اپنے آنسو نہ روک سکے۔ شور کی آواز سن کر اندر آتی نرس یہ منظر دیکھ کر رک گئی اتنے دن سے داخل اس مریض کے صرف دو وزیٹر آئے تھے' آج پہلی بار اس لڑکی کو دیکھا تھا۔ وہ حمید اللہ کو اسے خاموش کروانے کا اشارہ کر کے باہر نکل آئی۔
"حبہ بیٹا! چپ کر جاؤ۔ تم اس طرح روؤ گی تو منظور کی طبیعت اور خراب ہو جائے گی۔ دیکھو وہ بھی رو رہا ہے۔" حبہ نے ہچکیاں لیتے ہوئے سر اٹھا کر باپ کا چہرہ دیکھا جو روتے ہوئے مزید بے بسی کی تصویر لگ رہا تھا۔
"پاپا کو ہوا کیا ہے؟" وہ کینسر وارڈ میں کھڑی تھی لیکن پھر بھی دل کو بہلانے کے لیے اس نے حمید اللہ سے پوچھا تھا۔
"کیمو ہو رہی ہے' ڈاکٹر سے روز میری بات ہوتی ہے۔ ان کو امید ہے منظور' ٹھیک ہو جائے گا۔" حمید اللہ سے سننے کے بعد اس نے باپ کی طرف دیکھا۔
"پاپا! اتنا کچھ ہو گیا لیکن آپ نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔ آپ کی تکلیف' آپ کی پریشانی میں میرا کیا کوئی حصہ نہیں۔ آپ نے میری ساری پریشانیاں اپنے سر لے لیں اور مجھے ایک پریشانی نہیں بتائی۔ کیا آپ کو لگتا ہے آپ کی بیٹی اتنی بزدل ہے کہ مصیبت کا سامنا نہیں کر سکتی۔ میرے ہوتے ہوئے آپ یوں اکیلے یہاں تھے اور میں وہاں آرام سے تھی۔ کون آپ کا یہاں دھیان رکھتا ہوگا۔"

"حبہ!"

"پلیز پاپا! بولنے دیں مجھے۔" اس نے گالوں پر تیزی سے بہتے ہوئے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔ "وہ گھٹیا آدمی آپ کو دھمکیاں دیتا رہا اور آپ سنتے رہے۔ کیا اتنا آسان ہے کسی سے زبردستی شادی کرلینا۔"

"عزت کا پاس عزت داروں کو ہوتا ہے بیٹا! شادی کرنی ہوتی نا تو میں سوچتا بھی' وہ تو صرف عزتوں سے کھیلتا ہے۔ اور ہمارے پاس سوائے عزت کے ہے بھی کیا اور اس کے لیے بڑا آسان ہے تمہیں نقصان پہنچانا کیونکہ اس کے پاس پیسہ ہے' طاقت ہے۔"

اب کے حبہ چپ کر گئی تھی اس بازار والے واقعے کے بعد وہ خود بھی ڈر گئی تھی لیکن باپ کو تسلی دینا بھی تو ضروری تھا۔

"بہرحال اب میں ہر وقت آپ کے ساتھ رہوں گی اور پلیز پاپا مجھے خود سے دور نہ کریں۔" وہ آنسو جو چند لمحوں کے لیے رکے تھے پھر سے برسنے لگے۔

وہ حمید اللہ کے ساتھ باہر نکل آئی۔ "انکل آپ مجھے گھر کی چابی دے سکتے ہیں۔ مجھے وہاں سے کچھ چیزیں لینی ہیں۔"

کچھ لمحوں کے لیے حمید اللہ بول ہی نہیں سکے "کیا ہوا انکل! چابی آپ کے پاس نہیں۔" ان کی اتنی لمبی خاموشی سے وہ یہی سمجھی۔

"بیٹا اس گھر پر ندیم قریشی نے قبضہ کر رکھا ہے۔ اب یہ معاملہ عدالت والا ہو گیا ہے لیکن ابھی سمجھ نہیں آرہا کیا کروں پہلے ہی بہت مصیبت میں پھنسے ہیں۔ اس سے مزید دشمنی مول نہیں لے سکتے اور تم یہ بھی جانتی ہو یہ علاج کتنا مہنگا ہے۔ جتنی جمع پونجی تھی اس میں خرچ ہو رہی ہے۔ جو تمہارا زیور تھا وہ بھی میں نے اصرار کر کے بیچ دیا۔ کیونکہ منظور کی زندگی زیادہ ضروری ہے۔ زندگی ہو گی تو سب کچھ بن جائے گا' اور جو مزید کچھ رقم تھی۔ وہ اس نے تابش کو دے دی۔"

وہ جو صدمے کے مارے زمین کو دیکھے جا رہی تھی چونک کر انہیں دیکھنے لگی' اس کے یوں دیکھنے پر حمید اللہ کو اپنے جملے کا احساس ہوا جو وہ روانی میں بول گئے تھے۔

"تابش!"

"پلیز بیٹا مجھ سے مزید کچھ نہ پوچھو۔ منظور نے مجھے کچھ بھی بتانے سے منع کیا ہے۔" وہ شرمندہ شرمندہ بولے۔

"انکل اب اور چھپانے کو رہ ہی کیا گیا ہے۔" وہ ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے بولی۔

"اچھا اب تم منظور کے پاس جاؤ۔ میں رات کو آؤں گا کھانا لے کر۔" وہ منع کرنا چاہتی تھی لیکن سر ہلا کر رہ گئی کیونکہ منع کرنے سے پہلے کوئی بندوبست کرنا بھی ضروری تھا۔ وہ ڈھیلے قدموں سے چلتی اندر آئی۔ ڈاکٹر جا چکا تھا اور پاپا آنکھیں بند کیے لیٹے تھے' وہ سوئے تھے یا جاگ رہے تھے وہ نہیں جانتی تھی' وہ ان کا ہاتھ تھام کر بیٹھ گئی اور دیر تک ان کا چہرہ دیکھتی رہی اور بے آواز روتی رہی۔

"السلام علیکم انکل!" وہ نماز کے بعد تسبیح پڑھ رہی تھی جب اجنبی آواز پر حیرت سے پلٹی۔

"وعلیکم السلام! کہاں تھے تم دو دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔" اب کے اس نے حیرت سے اپنے باپ کو دیکھا جو اس اجنبی کو دیکھتے ہی بولنا شروع ہو گئے تھے۔ وہ اسے دیکھ نہیں سکی کیونکہ وہ اس کی طرف پشت کیے میز پر پھل اور جوس رکھ رہا تھا۔

"بہت معذرت چاہتا ہوں انکل! ضروری کام نہ ہوتا تو میں ضرور آتا۔" وہ کہتے ہوئے مڑا تو اس پر نظر پڑتے ہی جہاں وہ حیران ہوئی وہاں وہ بھی حیرت زدہ رہ گیا۔

"حبہ! تم نے پہچانا یہ در اب ہے۔ میں جب سے یہاں ہوں تب سے یہ آرہا ہے۔ بہت خیال رکھا ہے اس نے میرا۔" منظور صاحب نے بڑے پیار سے اس کا ذکر کیا جبکہ وہ اسی پر نظر لگائے مسکرا رہا تھا۔

حبہ کی نظروں میں اب حیرت کی جگہ ناراضی اور غصے نے لے لی تھی۔

"ظاہر ہے جب آپ اپنی تکلیف غیروں کو بتائیں گے اور اپنوں سے چھپائیں گے تو ایسا ہی ہو گا۔"

"ایسا کچھ نہیں' میں تو اتفاقاً یہاں آیا تھا تو انکل سے ملاقات ہو گئی۔"

"میں آپ سے بات نہیں کر رہی۔" حبہ نے بڑی بدتمیزی سے اسے ٹوک دیا تھا۔

اس سے پہلے وہ تینوں آپس میں مزید کوئی بات کرتے' در اب کا فون آگیا وہ معذرت کرتے ہوئے باہر نکل گیا۔

"حبہ! یہ کون سا طریقہ ہے بات کرنے کا۔ تم نہیں جانتیں اس بچے نے میرا کتنا خیال رکھا ہے' محسن ہے وہ ہمارا۔" اب کہ اس کا غصہ بے بسی میں بدلا تو آنسو نکل آئے۔

"پاپا! کیا آپ نے سوچا کہ آپ کا محسن کیا سوچتا ہو گا' ہر ایرا غیرا یہاں آتا ہے سوائے آپ کی بیٹی کے' کیسی بے حس بیٹی ہے جیسے باپ کی پروا ہی نہیں حالانکہ کوئی نہیں جانتا۔ میرے پاپا نے مجھے غیر کر دیا ہے۔"

"حبہ!" منظور صاحب نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"بار بار ایک بات کر کے مجھے تکلیف مت دو اور در اب ایسا نہیں اور نہ ایسا سوچے گا۔ میں نے اسے سب بتا دیا تھا۔" آنسو صاف کرتے حبہ کے ہاتھ وہیں رک گئے تھے۔

"سب کیا بتا دیا تھا؟"

"اپنی بیماری کا۔ ندیم قریشی کی حرکت کا۔"

"او میرے اللہ! پاپا اس کی کسر رہ گئی تھی' ایک اجنبی کے سامنے آپ نے اپنا آپ کھول کر رکھ دیا۔ کیا سوچتا ہو گا وہ۔" اس نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔

"وہ ایسا نہیں۔"

"آپ کو کیا پتا وہ ایسا نہیں۔ کیا پتا وہ بھی ندیم قریشی کا بندہ ہو۔"

"اتنا پاگل نہیں حبہ! عمر گزاری ہے ان آنکھوں کو لوگوں کی پہچان ہے۔" کہہ کر انہوں نے آنکھیں بند کر لیں یہ ان کی ناراضی کا اظہار تھا۔

☼ ☼ ☼

اسے یہاں پاپا کے ساتھ رہتے دو ہفتوں سے زیادہ ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر نے کہا تھا۔ وہ کچھ دنوں کے لیے پاپا کو گھر لے کر جا سکتی ہے اور وہ اسی سوچ میں تھی کہ کہاں جائے۔ حمید اللہ انکل کتنے دنوں سے نہیں آئے تھے اور وہ دراب روز آ جاتا تھا اور اسے جتنا برا لگتا تھا۔ پاپا اسے دیکھ کر اتنے خوش ہو جاتے تھے۔ اب تو وہ بھی غصہ نہیں کرتی تھی۔ ایک تو وہ ڈاکٹر کے ساتھ مسلسل رابطے میں تھا۔ دوسرا وہ ہر زحمت سے بچی تھی۔ کھانا دوائی و پھل جوس سب وہ لے آتا تھا۔ ایک دن اس نے پیسے دینے چاہے تو اس نے یہ کہہ کر منع کر دیا وہ انکل سے حساب کرے گا اور وہ اس سے بحث نہیں کرنا چاہتی تھی بحث کا مطلب بات کرنا جو اسے پسند نہیں تھا۔

ایک رات پاپا کی طبیعت پھر اچانک خراب ہو گئی ساری رات اس کی آنکھوں میں کٹی اب بھی وہ سوئی جاگی کیفیت میں تھی' جب حمید اللہ انکل اندر آئے تھے "سو رہی تھیں بیٹا؟" اس کی مندی مندی آنکھوں کو دیکھ کر انہوں نے پوچھا۔

"بس انکل کل اچانک پاپا کی طبیعت خراب ہو گئی تو سو نہیں سکی۔ آپ کو بہت فون کیا لیکن آپ نے فون اٹینڈ نہیں کیا۔"

"سوری بیٹا مجھے پتا نہیں چلا ہو گا' پچھلے دنوں مصروفیت بہت رہی' نادیہ کی ڈیٹ فکس ہو گئی ہے نا تو گھر میں شادی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔"

"اچھا" وہ ایک دم خوش ہو کر بولی "آپ کو بہت مبارک ہو انکل! اور نادیہ' اس نے مجھے ایک کال تک نہیں کی۔" وہ ایک دم بولی تو حمید اللہ صاحب نظریں چرا گئے۔

"وہ شاپنگ میں مصروف تھی نا' میں کہوں گا اس سے جا کر۔" وہ ان کی نظریں چرانا محسوس کر گئی تھی سو سہلا کر رہ گئی۔ اس گریز کی وجہ وہ سمجھ گئی تھی اور وہ جو انکل سے بات کرنے کا سوچ رہی تھی کہ پاپا کو کچھ دن ان کے گھر لے چلے۔ اس نے وہ ارادہ ترک کر دیا۔ "منظور کی طبیعت اب کیسی ہے۔"

"ویسی ہی ہے انکل۔" وہ بجھے ہوئے انداز میں بولی۔

"بیٹا یہ طبیعت میں اونچ نیچ تو اب چلتی رہے گی تم کتنی دیر یہاں اسپتال میں رہو گی۔ تھوڑے دن اپنی خالہ کے گھر چلی جاؤ۔ کتنی کمزور ہو گئی ہو۔ یوں تو تم بیمار پڑ جاؤ گی۔ میں تمہیں گھر لے چلتا لیکن وہاں شادی کی وجہ سے کافی مہمان آئے ہیں اور حالات بھی ابھی سنبھلے نہیں۔ وہ ندیم قریشی کے لوگ ابھی بھی۔"

"ٹھیک ہے انکل! میں سمجھتی ہوں آپ کو اتنی وضاحت دینے کی ضرورت نہیں۔" حمید اللہ صاحب خاموش ہو کر اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔ تب ہی اس کے ہاتھ میں پکڑا فون بول اٹھا۔ انٹرنیشنل کال تھی۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی باہر نکل آئی۔

"کیسی ہو؟" تابش کی کال تھی "ٹھیک ہوں اور انکل کیسے ہیں؟"

"پاپا ٹھیک نہیں اسپتال میں ہیں۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

"تم کیسے جانتے ہو؟" وہ حیران ہوئی

"میں نے گھر فون کیا' بند جا رہا تھا تو انکل کے سیل پر کیا تو انکل حمید نے انکل کی کنڈیشن کے بارے میں بتایا۔ سچ مجھے سن کر بڑا دکھ ہوا۔ جب میں گیا تھا تو انکل اچھے بھلے تھے۔"

حبہ نے ہونٹ بھینچ لیے کیونکہ آنسوؤں نے کچھ بھی کہنے سے روک دیا تھا۔

"پر تم یہاں، انکل تو بتا رہے تھے کہ تمہیں نہیں پتا۔"

"ہاں! وہ آنسو صاف کرکے بولی اور پھر اس پر جو گزری تھی اس نے سب تابش کو بتادی۔"

"تم بتاؤ، اب میں کیا کروں۔ میں حمید اللہ انکل کی طرف بھی نہیں جاسکتی، میری وجہ سے وہ کہیں مزید مشکل میں نہ آجائیں، میں سوچ رہی تھی خالہ کی طرف چلی جاؤں۔"

"نہیں تم وہاں مت جاؤ جو آدمی اتنا طاقت ور ہے کہ حمید انکل کے گھر پہنچ سکتا ہے، بازار میں اتنے رش میں غنڈے پیچھے لگا سکتا ہے۔ وہ میرے گھر بھی پہنچ سکتا ہے اور وہاں میری ماں، میری بہن اکیلی ہیں، میں نہیں چاہتا کہ تمہاری غلط حرکت کی وجہ سے میری ماں مشکل میں آئے یا میری بہن کے نام پر تہمت لگے۔"

حبہ کو لگا کسی نے اس کے وجود کو آگ لگادی ہو۔ اس کے کان کی لویں جل اٹھی تھیں۔

"یہ تم نے میری میری کی کیا گردان لگا رکھی ہے، وہ تمہاری عزت ہیں اور میں کیا ہوں اور دوسرے مجھے یہ بتاؤ میں نے کیا غلط حرکت کی ہے۔"

"پلیز حبہ! اتنی بھولی مت بنو میں تمہاری پنگا لینے والی عادت سے بڑی اچھی طرح واقف ہوں۔ دوست کو لے کر ریسٹورنٹ نہیں پہنچ گئی تھیں تم، اس آدمی کو تم نے شہہ دی ہوگی ورنہ وہ اتنی جرأت کرسکتا تھا، تمہاری سپورٹ کے بغیر یہ ممکن نہیں۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے حبہ!"

"تم ہوش میں تو ہو نا تابش! تم کیا کہہ رہے ہو۔ تم مجھ پر تہمت لگا رہے ہو۔ شک کررہے ہو۔" وہ اردگرد کی پروا کیے بغیر چیخ اٹھی تھی۔

"اتنی دور بیٹھ کر شک نہ کروں تو اور کیا کروں۔" وہ بڑبڑایا لیکن بڑبڑاہٹ اتنی واضح تھی کہ اسے صاف سنائی دی۔

"ہیلو!" اس کی طویل خاموشی پر وہ چیخ کر بولا۔

"بولو! وہ بے مروت انداز میں بولی۔

"مجھے پتا ہے۔ انکل کو اور تمہیں میری ضرورت ہے اگلے ہفتے میں آرہا ہوں۔"

"اس احسان کے لیے شکریہ۔"

اتنا کہہ کر اس نے فون بند کردیا۔ وہ اس وقت کتنی بے بس تھی کہ ایک شخص جس نے اس کے کردار پر انگلی اٹھائی تھی لیکن وہ پھر بھی اس کے ساتھ کی محتاج تھی۔

وہ پلٹی تو کسی سے ٹکراتے ٹکراتے بچی، سامنے کھڑے دراب نے بغور اس کا سرخ چہرہ اور آنکھیں دیکھیں اور کچھ کہے بغیر مڑ گیا جبکہ وہیں کھڑی سوچتی رہی کہ کیا اس نے کچھ سنا ہے یا نہیں؟ اگر سنا تھا تو..... وہ ہونٹ چبا کر رہ گئی۔ اور پھر جتنی دیر وہ منظور صاحب کے کمرے میں رہا وہ باہر کوریڈور میں بینچ پر بیٹھی رہی۔ جاتے ہوئے اس نے اسے اپنے قریب رکتے دیکھا تھا۔ لیکن وہ یونہی سر جھکائے بیٹھی رہی تو وہ آگے بڑھ گیا۔

"کہاں چلی گئی تھیں بیٹا؟" اسے دیکھتے ہی منظور صاحب تیزی سے بولے۔ "باہر تھی۔" وہ سر جھکا کر ان کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتے رہے۔

"کیا بات ہے کوئی بات ہوئی ہے۔" انہوں نے بغور اس کی اتری ہوئی شکل دیکھی۔

"پاپا تابش کا فون آیا تھا۔" وہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتے رہے۔

"اسے لگتا ہے کہ۔" کہنے کے ساتھ اس نے باپ کی شکل دیکھی تو باقی الفاظ منہ کے اندر دبا لیے۔

"وہ تمہیں ہی غلط کہہ رہا ہوگا۔" انہوں نے جیسے اس کا چہرہ پڑھ لیا تھا۔ حبہ نے آنکھوں میں آنے والے آنسو تیزی سے صاف کیے۔ منظور صاحب نے گہرا سانس لیا۔

"مجھے لگتا ہے جلدی میں مجھ سے غلط انتخاب ہوگیا۔ تابش وہ نہیں جیسا جیون ساتھی میں نے تمہارے لیے چاہا تھا۔ افسوس دراب مجھے بہت دیر بعد ملا۔" حبہ نے چونک کر باپ کی شکل دیکھی۔

"وہ تعلیم یافتہ ہے۔ جاب نہ ملنے کی وجہ سے ٹیکسی چلا رہا ہے۔ پھر اتنا نیک اور شریف ہے۔ اس نے اشارتاً تمہارا ___ رشتہ بھی مانگا تھا لیکن تابش کی وجہ سے میں جواب نہ دے سکا۔"

"آپ کے نزدیک "وہ" شخص میرے لیے بہترین انتخاب تھا۔" اس کا سارا زور "وہ" پر تھا۔

"ہاں کیونکہ وہ مطلب پرست اور لالچی نہیں۔"

"ہنہ، آج کل کے دور میں اپنا اتنا نہیں کرتا تو وہ کیوں اتنا کررہا ہے۔ مطلب ہے اس کا اور وہ اس نے ظاہر بھی

کردیا۔"
"کیا مطلب؟" منظور صاحب نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔
"کچھ نہیں۔ آپ آرام کریں۔ میں ذرا باہر کا چکر لگا کر آتی ہوں" اور اسے واقعی تازہ ہوا کی ضرورت تھی کیونکہ اس کا دماغ آگ کی بھٹی کی طرح جلنے لگا تھا۔ ایک طرف تابش کی باتیں دوسری طرف اس دراب کی جرأت.... اور بری قسمت دراب کی وہ سامنے سے ہی آرہا تھا۔ وہ ہونٹ بھینچ کر رخ موڑ گئی۔
"خیریت۔ یہاں کیوں کھڑی ہو؟"
"کیوں میں یہاں کھڑی نہیں ہو سکتی۔" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولی۔ جواباً وہ کچھ یاد کر کے مسکرایا۔
"تم تو کہیں بھی کھڑی ہو سکتی ہو۔" یہ کہہ کر وہ سنجیدہ ہوا۔
"میری ڈاکٹر سے بات ہوئی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ انکل کی کیمو میں کچھ دن ہیں تو اگر ہم چاہیں تو انہیں گھر لے کر جا سکتے ہیں۔ اگر تم مناسب سمجھو تو انکل میرے گھر رہ سکتے ہیں۔" اس نے احتیاطاً "اس کا نام نہیں لیا تھا۔
"ایک منٹ۔ آج ذرا سب باتیں کلیئر ہو ہی جائیں۔" وہ دونوں ہاتھ سینے پر لپیٹ کر بولی۔ "آپ نے کیا ہمیں لاوارث سمجھ رکھا ہے' ہیں کون آپ ہمارے جو ہم آپ کے گھر جائیں اور کیوں آپ دن رات میرے پاپا کی عیادت کو آجاتے ہیں۔ میں حیران تھی۔ ہم سے کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ وہ بھی پتا چل گیا۔ کب سے پیچھا کر رہے ہیں میرا' آپ کو کیا لگتا ہے یوں میرے پاپا کی خدمت کر کے آپ مجھ سے شادی کر لیں گے' کیا ہیں آپ' ایک معمولی ٹیکسی ڈرائیور۔"
"تو ٹیکسی ڈرائیور انسان نہیں ہوتے انہیں شادی کرنے کا حق نہیں ہوتا۔" وہ سنجیدگی سے اس کا چہرہ دیکھ کر پوچھنے لگا۔
"ہوتا ہوگا' لیکن کسی اپنی جیسی کے ساتھ' آپ ہیں کیا؟ میں یہ پوچھتی ہوں آپ کی ہمت کیسے ہوئی مجھ سے شادی کی خواہش بھی بیان کرنے کی' میری منگنی ہو چکی ہے۔" اس نے بایاں ہاتھ اٹھا کر تیسری انگلی میں پہنی انگوٹھی کی طرف اشارہ کیا "اور وہ بھی میری پسند سے' وہ ایم بی اے ہے' اچھی پوسٹ پر ہے وہ بھی دبئی میں' اس کا فیوچر برائٹ ہے۔ خود کو دیکھیں۔ کیا ہے آپ کا فیوچر اور کیا دے سکیں گے اپنی بیوی کو' میں ڈبل ماسٹرز ہوں۔ میرے پاپا ایک بڑے عہدے پر رہیں ہیں' ہمارا ایک لیونگ اسٹائل ہے اگر میری منگنی نہ بھی ہوئی ہوتی تو میرے ابھی اتنے برے دن نہیں آئے کہ میں آپ جیسے تھرڈ کلاس آدمی سے شادی کروں۔ سو برائے مہربانی اپنی یہ جھوٹی ہمدردی اور مہربانی کا ٹوکرا اٹھا کر یہاں سے تشریف لے جائیں اور آئندہ میں آپ کو یہاں دیکھنا نہیں چاہتی۔"
وہ جو منہ میں آیا کہتی گئی اس نے غور ہی نہیں کیا کہ سامنے والے کا کیا حال ہوا ہے اور نہ وہ یہ دیکھنے کے لیے رکی تھی۔

☆ ☆ ☆

"حبہ!" وہ جو اپنے دھیان میں سیب کاٹ رہی تھی چونک کر دیکھنے لگی۔
"دراب نہیں آیا؟" وہی سوال جو وہ پچھلے ایک ہفتے سے پوچھ رہے تھے۔
"نہیں پاپا!"
"پتا نہیں کیا بات ہے' وہ تو ایک دن بھی ناغہ نہیں کرتا۔ اب پورا ہفتہ وہ بھی بنا بتائے' تم ذرا کال کر کے پتا تو کرو۔"
اس نے چھری زور سے پلیٹ میں پٹخی۔
"پاپا! میں آپ کے پاس ہوں پھر بھی آپ بار بار اسے کیوں یاد کر رہے ہیں۔ وہ ہمارا نوکر تو نہیں اور نہ کوئی رشتہ دار ہے۔"
"لیکن رشتہ داروں سے بہت بہتر ہے۔"
وہ ان کا اشارہ سمجھ گئی تھی۔ تابش کو پاکستان آئے تیسرا دن تھا اور وہ صرف ایک دن چند منٹوں کے لیے آیا تھا۔ اسے تو اس دن پتا چلا۔ اسے اسپتال سے دوائیوں کی بدبو سے الرجی ہے اور کل نادیہ کی شادی تھی اور انکل نے اتنا رسمی سا انوائٹ کیا تھا کہ اس کا دل مزید برا ہو گیا تھا۔ اوپر سے پاپا کی دراب دراب کی گردان اسے مزید جھنجلاہٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔
"حبہ!"
"جی پاپا!" وہ پلیٹ پکڑ کر ان کے قریب بیٹھ گئی۔
"تم نے تابش سے بات کی تھی کہ میں چاہتا ہوں کہ فوری نکاح اور رخصتی ہو جائے۔"
حبہ نے گہرا سانس لیا' یہ وہی جانتی تھی کہ اس نے کیسے اپنی انا کو پس پشت ڈال کر تابش سے بات کی تھی۔

"جی!"

"تو کیا کہا اس نے؟" انہوں نے چھت پر سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

"بقول اس کے خالہ نہیں مان رہیں۔ ایک تو وہ نورین کی شادی پہلے کرنا چاہتی ہیں۔ دوسرے ان کا ایک ہی بیٹا ہے۔ جس کی شادی کے ان کو بہت سے ارمان ہیں۔"

"لیکن حبہ! وہ دیکھ نہیں رہے۔ ہماری مجبوریاں، میری زندگی کا کچھ بھروسا نہیں اور وہ ندیم قریشی کسی آسیب کی طرح دن رات میرے حواسوں پر سوار رہتا ہے اگر کچھ اونچ نیچ ہو گئی تو کون ذمہ دار ہو گا۔"

"پاپا!" اس نے منظور صاحب کا ہاتھ بڑی آہستگی سے تھاما۔

"آپ وہم بہت کرنے لگے ہیں، آپ ان شاء اللہ ضرور ٹھیک ہو جائیں گے اور یہ ندیم قریشی کچھ نہیں کر سکتا اتنے دن ہو گئے۔ میں آپ کے سامنے ہوں۔ کچھ ہوا۔"

"وقت کا پتا نہیں چلتا۔ کچھ ہو بھی ہو سکتا ہے، میں جلد از جلد تمہیں محفوظ ہاتھوں میں سونپنا چاہتا ہوں۔ تم تابش کو بلاؤ۔ میں خود بات کرتا ہوں۔"

"سنیں۔" تب ہی نرس اندر داخل ہوئی تھی۔

"یہ انجکشن اور ڈرپ ہیں پلیز ڈاکٹر کے راؤنڈ پر آنے سے پہلے یہ لے آئیں۔" حبہ نے پرچی تھامنے کے بعد منظور صاحب کو دیکھا۔

"پاپا! پیسے کہاں رکھے ہیں؟" منظور صاحب نے غائب دماغی سے اسے دیکھا۔

"پاپا دوائی کے لیے پیسے چاہئیں؟"

"میرے پاس تو نہیں ہیں۔"

"کیا؟" اسے جھٹکا لگا "تو اتنی ڈھیری دوائیاں کہاں سے آرہی ہیں۔"

"دراب لاتا تھا۔" اس نے اپنا سر تھام لیا اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔

"آپ نے اس کو پیسے دیے تھے؟" وہ اٹک اٹک کر بولی۔

"نہیں، ڈاکٹر اور اسپتال کے بل کے بعد جو پیسے بچے تھے، وہ میں نے حمیداللہ کو دیے تھے۔ باقی تمہارے اکاؤنٹ میں جمع کروا دیے تھے کہ دوائیوں کا جو خرچ ہو، وہ تم سے لے لیا کرے۔"

"پر مجھ سے تو کسی نے پیسے نہیں مانگے۔" وہ تو سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

باہر نکلتے ہی اس نے تابش کو فون کر کے آنے کو کہا تھا۔ میڈیکل اسٹور پر کافی رش تھا وہ باہر کھڑے ہو کر رش کے کم ہونے کا انتظار کرنے لگی۔

"تم کہاں ہو؟" تابش کا میسج آیا تھا وہ اسے میڈیکل اسٹور کا پتا بتا کر اس کا انتظار کرنے لگی۔ تب ہی وہ اس کو دور سے آتا دکھائی دیا۔ اس کو دیکھتے ہوئے اسے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ کوئی اس کے قریب آکر کھڑا ہوا ہے۔ اس نے تابش کو حیران اور پھر رکتے دیکھا تھا، وہ ابھی کچھ سمجھ بھی نہیں پائی تھی جب اپنے قریب اسے آواز سنائی دی تھی۔

"مجھے امید تھی بہت جلد ہماری ملاقات ہو گی۔" وہ تیزی سے مڑی اور اس خبیث چہرے کو دیکھتے ہی پہچان گئی تھی۔

"ابھی ابھی میرے بندوں نے مجھے اطلاع دی کہ آخر کار محترمہ بل سے باہر نکل آئی ہیں تو سوچا کہ جا کر خود مل کر آؤں۔"

"سنا تھا کہ دنیا میں گھٹیا اور ذلیل لوگوں کی کمی نہیں پر آج تمہیں دیکھ کر یقین بھی آگیا۔" وہ نفرت انگیز انداز میں نڈر ہو کر بولی۔ جواباً "قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"صورت کے ساتھ تمہارا انداز بھی تیکھا ہے۔ پسند آیا مجھے۔" وہ اسے نظرانداز کر کے تابش کی طرف بڑھنا چاہتی تھی، لیکن اس کا بازو اس کے ہاتھ میں تھا۔ اسے تو جیسے کرنٹ لگا تھا بڑے بے ساختہ انداز میں اس کا ہاتھ گھوما تھا اور اس کے منہ پر اپنا نشان چھوڑ گیا۔ ایک پل کے لیے وہ اور اس کے اردگرد کھڑے اس کے گن مین سب ہکا بکا رہ گئے، وہ شاید اس کی توقع نہیں کر رہے تھے یا آج سے پہلے اس آدمی کو ایسے تھپڑ کا تجربہ نہیں ہوا تھا، لیکن اس سے اگلا پل اس سے بھی زیادہ حیران کن تھا۔ ندیم قریشی نے ایک اور پھر دوسرا تھپڑ اس کے دونوں گالوں پر جڑ دیا تھا اور وہ کھڑے کھڑے ہل گئی تھی۔ اسے لگا اس کا جبڑا ٹوٹ گیا ہے۔
اس نے تڑپ کر تابش کو آواز دی تھی جو بت بنا دیکھ رہا تھا۔ میڈیکل اسٹور سے بھی لوگ باہر نکل آئے، لیکن کوئی اس کی مدد کو آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔ سب کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے۔ پرائے پھڈے میں کون ٹانگ اڑاتا ہے۔ وہ اس کو گھسیٹ کر لے جا رہا تھا اور وہ پاگلوں کی طرح تابش کو آوازیں دے رہی تھی جو بہرہ اور اندھا بھی بن گیا تھا، یہی وہ وقت تھا جس سے اس کا باپ ڈرتا تھا پر وہ کبھی نہیں تھی۔

اس کے زور لگانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو رہا تھا وہ جنگلیوں کی طرح اسے گھسیٹ رہا تھا۔ اس کی چپل دوپٹہ وہیں مٹی میں رل گئے تھے۔ دور کھڑے شخص نے پہلے معاملہ سمجھنے کی کوشش کی اور لڑکی پر نظر پڑتے ہی جیسے ہی اس نے پہچانا اس نے تیزی سے ایک نمبر ڈائل کیا تھا وہ اسے گاڑی میں دھکیل چکا تھا اور ساتھ ہی گاڑی اسٹارٹ ہو گئی تھی۔

"پاپا!" وہ اب پاپا کو پکار رہی تھی اس کی چیخوں کے جواب میں ایک زوردار تھپڑ پڑا تھا اور اس کا ہونٹ پھٹ گیا تھا درد کی شدت سے وہ دوہری ہو کر رہ گئی۔ تب ہی گاڑی جھٹکے سے رکی اور تیز تیز آوازیں آنا شروع ہو گئیں گاڑی کے چاروں دروازے کھلنے کی آواز آئی اس کے ساتھ بیٹھے ندیم قریشی کو کسی نے گھسیٹ کر باہر نکالا وہ دیکھ نہیں سکی' وہ سوچ رہی تھی پتا نہیں اب کیا ہونے والا تھا۔

"ڈالو ان کو گاڑی میں۔ تھانے میں نکلتی ہے ساری غنڈہ گردی۔"

"انسپکٹر تم جانتے نہیں میری پہنچ کہاں تک ہے۔"

ندیم قریشی کی اونچی' لیکن ڈری ہوئی آواز سنائی دی۔

"سنا بھئی۔ کلیا کہہ رہا ہے۔ بچو تو ابھی ہمیں نہیں جانتا۔ تیری پہنچ کی ایسی کی تیسی' ایسی چھترول کروں گا نا ساری مردانگی نکل جائے گی۔" انسپکٹر بھی شاید زیادہ پہنچ والا لگ رہا تھا۔

"پلیز نو پکچر یہ ایک عزت دار گھر کی باپردہ لڑکی ہیں آپ اس پہنچ والے کی لیں نا" کسی نے فوٹو گرافر کو روکا تھا۔

یہ آواز۔ یہ آواز اس نے ڈرتے ڈرتے سر اٹھایا۔ وہ پشت کیے کھڑا تھا' لیکن پھر بھی وہ اسے پہچان گئی تھی۔ رش چھٹتے ہی وہ مڑا تو اسے احساس ہوا کہ وہ اسے چھپانے کے لیے یوں کھڑا تھا جب وہ مڑا تو اس نے اس کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا۔ وہ دوسری گاڑی کی طرف مڑ گیا تھا جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک بڑی سی چادر تھی جو اس نے اس کی طرف بڑھائی پر وہ یونہی ساکت بیٹھی رہی تو وہ گہرا سانس لے کر جھکا اور اس کا بازو پکڑ کر اسے باہر نکالا اور چادر کو اس کے سر پر ڈال کر پاؤں تک اسے ڈھانپ دیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر چلنے لگا کوئی اور وقت ہوتا تو اس کے یوں ہاتھ پکڑنے پر وہ شور مچا دیتی' لیکن یہ ہاتھ تو اب رہبر کے بن گئے تھے' وہ نہیں جانتی تھی اس کی منزل اب کہاں ہے لیکن وہ اس وقت اس کی ہم سفر بن چکی تھی۔

وہ ننگے پاؤں اس کے پیچھے چلتی جا رہی تھی منزل کا تعین کیے بغیر آخر وہ رکا تو وہ بھی رکی' جلتی زمین نے پیروں کو جھلسا دیا تھا لیکن یہ جلن اس جلن سے بہتر تھی جو زندگی کا ناسور بن جاتی۔ اس نے ایک گاڑی کا دروازہ کھولا اور اسے اندر دھکیلنے کے انداز میں پھینکا۔ اسے یہ تو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ گاڑی کی پچھلی نشست ہے' لیکن وہ دیکھ نہیں سکتی تھی' وہ اس بڑی سی چادر میں پوری طرح ڈھانپ دی گئی تھی۔ اب پتا نہیں وہ اسے کہاں لے کر جا رہا تھا۔

"سب ٹھیک ہو گیا۔ کوئی نقصان تو نہیں ہوا۔" یہ آواز اس کی نہیں تھی یعنی گاڑی میں کوئی اور بھی تھا۔

"نہیں' اللہ کا شکر ہے بچت ہو گئی۔ اس خبیث پر مجھے کافی دنوں سے شک تھا۔ روز انکل کو دھمکی بھرے فون کرتا تھا پر مجھ سے ٹریپ نہیں ہو رہا تھا۔ آج اگر تم مجھے فون نہ کرتے اور اپنے دوست کو نہ لے کر آتے تو..." وہ رک گیا تھا۔

"چھوڑو یار! تمہاری عزت میری عزت ہے۔"

"میرا تو یار کچھ نہیں' جو کیا انکل کے لیے کیا' میں انکل کو تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔" "یہ یقیناً" اسے جتایا گیا تھا کہ وہ اس کے لیے کچھ نہیں۔

آج وہ اسے اگر نشتر بھی مار لیتا تو بھی اسے برا نہ لگتا یہ تو معمولی بات تھی کہ وہ اس کے لیے کچھ نہیں۔

گاڑی رک گئی تھی' وہ اس کی طرف کا دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔

"تم اب باہر نکلو گی؟" وہ بڑے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہہ رہا تھا۔ وہ بھی کیا کرتی اس کو لگ رہا تھا اس کے وجود میں جان ہی نہیں۔

"اف!" اس نے گہرا سانس لے کر اس کا بازو پکڑ کر اسے نکالا اور اب کی بار چادر کھسکا کر اس کے سر اور جسم کو اچھی طرح ڈھانپا اور اس کا ارادہ واپس جانے کا تھا' لیکن نظر اس کے چہرے پر پڑی تو ٹھہر گئی' وہ نظریں جھکائے نیم مردہ کیفیت میں تھی۔ اس نے اپنی جیب سے رومال نکال کر بڑی آہستگی سے اس کے ہونٹ سے نکلتا خون صاف کیا اور اب کی بار اسے درد ہوا تھا اس نے آنسو سے بھری نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اس کے دیکھنے پر اس نے نظروں کا زاویہ بدل لیا۔

"جاؤ انکل انتظار کر رہے ہوں گے۔"

اس نے روتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا۔

"انکل پریشان ہو رہے ہوں گے۔"

"آپ بھی چلیں" وہ کسی ننھے بچے کی طرح بولی۔
"تم چلو میں آتا ہوں۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر دھیرے دھیرے چلتی اندر کی طرف بڑھنے لگی۔
"ابھی تمہیں فرق نہیں پڑتا تو اس کا خون دیکھ کر مرنے والے ہو رہے تھے۔" فیروز نے اسے طنز کرنا ضروری سمجھا تھا۔
"بکواس بند کرو یار! میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔" وہ واقعی پریشان لگ رہا تھا۔
"پریشانی کا حل ہے تمہارے پاس' اپنے نام کرلو۔"
"وہ کوئی چیز ہے جسے اپنے نام کرلوں۔ وہ مجھے اچھا نہیں سمجھتی۔"
"تو اسے بتا دو کہ تم کتنے اچھے ہو۔" فیروز کو اب بھی مذاق سوجھ رہا تھا۔
"اچھا پلیز زیادہ باتیں نہ کرو' اس ندیم قریشی کا پکا بندوبست کرو' آئندہ یہ حبہ کے آس پاس بھی نظر نہ آئے ورنہ تم پٹ جاؤ گے میرے ہاتھوں۔"
"کمال ہے یار! حبہ تمہاری اور میری کٹ' خوامخواہ لا اینڈ آرڈر کی اتھارٹی میں نے نہیں لے رکھی۔ کوشش ہی کرسکتا ہوں۔"
"کوشش نہیں پکا کام۔"
"پکا کیا' مروا دوں؟"
"ہاں مروا دو۔" فیروز نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔
"بالکل ہی اندھا ہو گیا ہے تو یار محبت میں۔۔۔ صحیح کہتے ہیں یہ عورت ہوتی ہی فساد کی جڑ ہے۔" وہ افسوس سے سر ہلاتے ہوئے بولا۔
"اگر بک چکے ہو تو جاؤ۔" وہ کہہ کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔ جب کہ فیروز مسکراتے ہوئے بشیر کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔
جب تک وہ اندر داخل ہوا وہ کوریڈور تک پہنچ چکی تھی۔ شاید اسے کہیں اور بھی چوٹ لگی تھی' وہ اس کے قریب پہنچ کر اس کے ہم قدم ہوا اور پھر رک کر اسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔
"کہاں رہ گئی تھیں حبہ۔" اس کے قدموں کی آہٹ سنتے ہی منظور صاحب بے تابی سے بولے اور اس پر نظر پڑتے ہی جیسے ان کا رنگ سیاہ سے نیلا پڑنے لگا۔
"یہ کیا ہوا حبہ!" ان کا لہجہ کانپ رہا تھا' دراب نے اسے اشارہ کیا جسے وہ سمجھ نہیں سکی اور ایک بچی کی طرح سسکتی ہوئی ان کے سینے سے لگ کر اونچی آواز میں رونے لگی۔
"کچھ تو بولو حبہ' میرا دل' میرے دل میں عجیب سا درد محسوس ہو رہا تھا۔"
"پاپا! وہ ندیم قریشی وہ زبردستی مجھے لے کر جا رہا تھا۔"
"آہ! میں ڈرتا تھا اسی وقت سے ڈرتا تھا' یہی خوف تھا۔ لٹ گیا' برباد ہو گئے ہم' برباد کر دی اس نے میری بچی کی عزت۔" وہ ایک دم رونے کرلانے لگے اور ساتھ ہی ان کی سانسیں بھی اکھڑنے لگیں۔ حبہ اپنا صدمہ بھول کر باپ کو سنبھالنے لگی۔
"پاپا! پاپا!" دراب ڈاکٹر کو بلانے کے لیے بھاگا۔
"پاپا میں ٹھیک ہوں' پاپا میں آپ کے سامنے ہوں۔"
وہ رو رو کر کہہ رہی تھی پر وہ اس وقت کچھ نہیں سن رہے تھے۔ ڈر کے مارے حبہ کے آنسو ٹھٹھر کر رہ گئے۔
"پاپا! پاپا!" وہ زور زور سے ان کو آواز دینے لگی۔ دراب ڈاکٹر کے ساتھ بھاگتا ہوا اندر آیا تھا۔
"ڈاکٹر! پاپا بول نہیں رہے۔" اس کی حالت اس وقت بالکل پاگلوں جیسی لگ رہی تھی۔
"آپ پلیز باہر چلیں۔"
"نہیں' میں پاپا کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"
"پلیز۔ آپ انہیں باہر لے جائیں۔" نرس نے اب دراب سے کہا تھا۔ وہ اسے زبردستی باہر لے آیا تھا۔ وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر دیوار سے جا لگی جبکہ دراب دوسری دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ خود پریشان ہو گیا تھا۔
تین گھنٹے گزر گئے تھے منظور صاحب کی حالت سنبھل نہیں رہی تھی۔ تابش' خالہ اور نورین بھی آ گئے تھے۔ حمید اللہ کو اس نے اطلاع کر دی' وہ بھی پہنچ گئے۔ وہ اب تنہا نہیں تھی' اس کے سب اپنے وہاں موجود تھے۔ تو وہ وہاں سے چلا آیا تھا۔ تابش دو تین مرتبہ اس کے پاس آیا تھا۔ اس نے اس سے یہ نہیں پوچھا تھا۔ "تم ٹھیک ہو۔ یہ زخم کیسے آئے؟" اس کے دل اور زبان پر شک تھا۔
"کہاں گئی تھیں۔ کہاں لے کر گیا تھا' واپس کیسے آئیں؟" اس کے پاس یہ سوال تھے اور جواب میں اس کے پاس ایک ہی چپ تھی' وہ صرف اپنے باپ کی زندگی کے لیے دعا گو تھی۔ دس گھنٹے گزرنے کے بعد ڈاکٹر نے خوش خبری ۔۔ دی کہ اس کے پاپا ہوش میں آگئے ہیں لیکن ان کو روم میں شفٹ نہیں کیا جا رہا ہے۔ وہ ان سے ملنے آئی

تھی۔

"پاپا!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی تو انہوں نے بمشکل آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"پاپا!"

"درّاب!" اس کی دوسری پکار پر انہوں نے اس کا نام لیا تھا۔

"پاپا پلیز! مجھ سے تو بات کریں۔" وہ ان سے التجا کر رہی تھی۔

"درّاب!" وہ دوبارہ بھی یہی بولے۔

پاپا کے موبائل سے اس نے درّاب کا نمبر ڈائل کیا اور دوسری بیل پر اس کی حیران آواز سنائی دی۔

"میں ہوں۔" وہ بہت دھیمی اور شرمندہ آواز میں بولی' جواباً" دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

"پاپا بار بار آپ کو یاد کر رہے ہیں اگر آپ آجائیں تو آپ کا بہت احسان ہوگا۔" اس نے کچھ بھی کہے بغیر فون بند کردیا وہ ہونٹ کاٹنے لگی۔ اگر وہ نہ آیا تو وہ پاپا کو کیا جواب دے گی۔

"حبہ! میں کب سے تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔" اب کی بار تابش غصے سے اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ اس کے انداز پر خاموش کھڑے حمید اللہ' خالہ اور نورین نے بھی چونک کر اسے دیکھا۔

"میرے پاس تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں۔" وہ بہت دھیمے لہجے میں بولی۔ "جواب تو تمہیں دینا ہوگا۔ ایک آدمی تمہاری نظروں کے سامنے مجھے لے گیا اور تم بے غیرتوں کی طرح تماشا دیکھتے رہے۔"

"زبان سنبھال کر بات کرو۔ ایک لڑکی جو چند گھنٹے بھی گھر سے باہر رہ آئے اس کی عزت مشکوک ہو جاتی ہے اور بجائے اس کے کہ تم صفائی دو۔ تم ہمیں اکڑ دکھا رہی ہو۔ احسان مانو کہ ہم ابھی بھی یہاں کھڑے ہیں۔"

یہ اس کی خالہ تھیں جو منگنی کرتے وقت صدقے واری جا رہی تھیں۔ زبان اور آنکھوں سے شعلے اگلتا اس کا کزن تھا جو بچپن سے پسندیدگی کا دعوا کرتا تھا اور اس کی کزن جو اس کو آئیڈیل مانتی تھی وہ اسے نفرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"میں کتنی داغ دار ہوں یا کتنی پاک دامن' یہ میں جانتی ہوں اور میرا رب جانتا ہے۔"

"اور تم حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ تو نہیں جن کی پاک دامنی کا ثبوت دینے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے یا کوئی فرشتہ اترے گا۔ میں کسی ایسی لڑکی سے شادی نہیں کر سکتا جس کا کردار مشکوک ہو۔"

حبہ نے ایک جلتی نظر تابش پر ڈالی اور ہاتھ میں پہنی انگوٹھی نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔ "میں بھی تمہیں اس قابل نہیں سمجھتی جو اپنی عزت کی حفاظت نہ کر سکے۔ تمہارے سامنے وہ شخص مجھے گھسیٹ کر لے جاتا رہا اور تم اندھے بہرے بنے دیکھتے رہے۔ خیر میرے پاپا کی طبیعت ٹھیک نہیں' میں آپ لوگوں سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی آپ لوگ جا سکتے ہیں۔"

"ارے دیکھو ذرا اس لڑکی کی اکڑ۔" خالہ نے تو باقاعدہ اپنے گال پیٹے تھے۔ "چلو بھئی تمہیں کیا لڑکیوں کی کمی ہے۔ یہی رہ گئی ہے ہمارے لیے۔"

"اور ایک بات جو پیسے تم نے میرے پاپا سے لیے ہیں' وہ مجھے چاہئیں وہ بھی پورے۔" وہ تینوں ہکا بکا ہو کر رہ گئے۔ لیکن وہ کمرے کے اندر داخل ہو گئی اور اس کے پیچھے حمید اللہ بھی۔

"پاپا! کچھ چاہیے۔" وہ ان کے قریب جھک کر پوچھنے لگی۔

"درّاب آیا؟" ان کا وہی سوال تھا۔

"میں نے فون کیا ہے پاپا۔" وہ ابھی اتنا ہی بولی تھی کہ وہ کمرے میں سلام کرتے ہوئے داخل ہوا اور سیدھا منظور صاحب کے قریب بیٹھ گیا' وہ اٹھ کر سائیڈ پر جا کر کھڑی ہو گئی۔

"مجھے پتا تھا۔ تم ضرور آؤ گے۔" منظور صاحب اس کو دیکھ کر مسکرائے تھے۔ "آج تم نے پھر بہت بڑا احسان کردیا۔ حبہ نے بتایا مجھے۔"

"میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا انکل! میں آپ کی بیٹی کی پوری حفاظت کروں گا پھر آپ نے اپنی طبیعت کیوں خراب کرلی؟" وہ ان کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں لے کر بولا۔

"مجھے تم پر یقین تھا۔" وہ مسکرائے۔ "ایک مرتے ہوئے آدمی کی آخری خواہش پوری کرو گے؟"

"انکل!"

"مجھے کہنے دو بیٹا! زیادہ وقت نہیں میرے پاس۔" وہ بڑی مشکل سے آہستہ آہستہ بول رہے تھے۔ "میری بیٹی سے شادی کرلو۔"

حبہ کو حیرت نہیں ہوئی بلکہ آنسو تھے کہ گرتے جا رہے

تھے۔ اور اس نے انہیں روکنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ کیوں کہ وہ بھی اس کی طرح بے وقعت ہو چکے تھے۔
"انکل! آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔"
"یہ جواب نہیں بیٹا!" انہوں نے دُرّاب کا چہرہ تھام کر کہا۔
"انکل! میں آپ کی بیٹی کے قابل نہیں۔" ایک تھپڑ تھا جو حبہ کے منہ پر لگا تھا۔
"تم کس قابل ہو۔ یہ میں جانتا ہوں، میری بیٹی نادان ہے پر دل کی بہت اچھی ہے۔ میں بہت تکلیف میں ہوں، لیکن میری سانسیں میرا وجود نہیں چھوڑ رہیں۔ میں حبہ اس کو مضبوط ہاتھوں میں سونپنا چاہتا ہوں، کہاں جائے گی، کون اپنا ہے، سارے نوچ کر کھا جائیں گے۔ میری بیٹی کو اپنا لو۔ بس اپنا نام دے دو۔ تھوڑا سہارا دے دو اور کچھ نہیں مانگتا۔" وہ گڑگڑا رہے تھے۔
اتنی بے کسی، بے بسی حبہ نے اپنے دونوں ہاتھ ہونٹوں پر رکھ کر اپنی سسکیوں کو روکا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ سارے زمانے سے لڑ جاتی۔ منظور صاحب کی سانس اکھڑنے لگی تھی، ایک افراتفری پھر پھیل گئی تھی، ڈاکٹر نے انجکشن لگایا تو وہ غنودگی میں چلے گئے تھے۔
"حبہ! کچھ کھا لو بیٹا!" حمید اللہ اس کے لیے بسکٹ اور چائے لیے کھڑے تھے۔
"مجھے بھوک نہیں انکل! میں آتی ہوں۔" وہ ایک دم تیزی سے باہر کی طرف بھاگی۔ اس تک پہنچتے پہنچتے اس کا سانس پھول گیا تھا۔ اپنے پیچھے بھاگتے قدموں کی آواز پر اس نے مڑ کر دیکھا اور اس کو دیکھ کر وہ حیرت سے رک گیا۔ اس نے جو کہنا تھا، وہ اس کا چہرہ دیکھ کر نہیں کہہ سکتی تھی۔ اس نے نظریں اس کے قدموں پر گاڑ دیں۔
"میں نے اس دن آپ سے جو کہا۔ میں اس کی معافی مانگتی ہوں حالانکہ میں معافی کے قابل نہیں، لیکن آپ مجھے معاف کر دیں۔" اس نے کہنے کے ساتھ ہاتھ جوڑ دیے۔
"یہ کیا کر رہی ہیں۔" وہ یک دم بولا تھا۔
"آپ مت جائیں۔ پاپا اٹھ کر آپ کا پوچھیں گے، مجھ پر ایک احسان اور کر دیں، مجھ سے شادی کر لیں۔"
یہ اس نے جس طرح بولا تھا، وہ سو دفعہ مری تھی، اس کی خاموشی پر اس نے بمشکل نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ بہت سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ حبہ کو بچپن کا پڑھا ہوا محاورہ یاد آ گیا۔
"غرور کا سر نیچا ہوتا ہے، بڑے بول نہ بولو۔"
"میں کبھی آپ سے کچھ نہیں مانگوں گی۔ بیوی کا حق بھی نہیں۔ آپ دوسری شادی کا پورا حق رکھتے ہیں، لیکن میرے پاپا کو سکون دے دیں۔" اس نے اپنے بندھے ہاتھوں پر اپنا سر لٹکا دیا تھا۔
"تمہیں یاد ہے، میں ایک ٹیکسی ڈرائیور ہوں۔" وہ کچھ نہیں بولی۔
"میرے پاس کوئی ڈگری، کوئی بینک بیلنس نہیں۔"
"آپ مجھ سے شادی کر لیں۔" اس نے جیسے کچھ سنا ہی نہیں تھا۔
"ٹھیک ہے، اپنی طرف سے کسی کو بلانا ہے تو بلا لو۔ میں اپنے چند دوستوں اور نکاح خواں کو لے کر آتا ہوں۔ نکاح ابھی انکل کے سامنے ہوگا۔" اس نے منٹوں میں فیصلہ کیا تھا اور مڑ گیا اور وہ بھی مڑ گئی منزل ایک ہونے کو تھی پر راستے الگ تھے۔
"پاپا! دُرّاب قاضی کو لینے گئے ہیں۔"
اس نے باپ کے کان میں آہستگی سے کہا۔ وہ تو جیسے اسی جملے کے منتظر تھے، انہوں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا جیسے تصدیق چاہتے ہوں، وہ بمشکل مسکرائی۔ جب اس نے حمید اللہ کو بتایا تو وہ کافی حیران ہوئے، لیکن پھر فون پر پتا نہیں کس کس کو اطلاع دی تھی۔ نادیہ بھی اس کا کام دار جوڑا لے کر پہنچ گئی تھی۔ جو سامان ان کے گھر تھا اور یہ جوڑا شادی کے لیے ہی تھا، لیکن تب نام کسی اور کا تھا، اس کے نہ نہ کرنے کے باوجود نادیہ نے زبردستی اسے سوٹ تبدیل کروایا تھا اور وہ حیران رہ گئی۔ پاپا اٹھ کر بیٹھ گئے تھے۔ میرون دوپٹے میں ڈھلے ہوئے چہرے کے ساتھ بھی وہ دمک رہی تھی۔
منظور صاحب کتنی دیر تک اسے دیکھتے رہے۔ پتا نہیں کتنے ارمان تھے ان کے، دُرّاب جن کپڑوں میں گیا تھا۔ ان ہی میں واپس آ گیا تھا، اس کے ساتھ سوٹڈ بوٹڈ چار لوگ تھے جن کی حیرت ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہی تھی۔ یہ واحد برات تھی جس میں براتیوں کی جگہ اسپتال کے اسٹاف نے شرکت کی تھی۔ نکاح ہوتے ہی منظور صاحب نے دونوں کو گلے لگایا۔ دُرّاب تو مل کر پیچھے ہٹ گیا، لیکن وہ اتنا روئی کہ وہاں موجود سب لوگ رنجیدہ ہو گئے۔ نادیہ نے بڑی مشکل سے اسے پیچھے کیا۔

"دراب! میرے بچے! تم فرشتہ بن کر میری زندگی میں آئے ہو۔ تمہارا احسان میں مر کر بھی یاد رکھوں گا۔ تمہاری یہ نیکی تمہارے کام آئے گی' میری بچی کا خیال رکھنا۔ یہ نادان ہے' جذباتی ہے پر بہت محبت کرنے والی اور نیک ہے۔ تمہارے حوالے کی میں نے اپنی زندگی۔"

انہوں نے پاس بیٹھی حبہ کا ہاتھ پکڑ کر دراب کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ دراب نے اس کی طرف دیکھا جو سر جھکائے رونے میں مصروف تھی۔

"حبہ! ہمیشہ دراب کا خیال رکھنا۔ کیوں کہ تمہارا باپ دراب کا احسان مند ہے اور تم کو بھی رہنا ہے۔"

"پلیز انکل!" دراب نے انہیں مزید بولنے سے روکا تھا۔

"اب تم جاؤ۔" حبہ نے حیرت سے ان کو دیکھا۔

"حمید اللہ آج میرے پاس رکے گا۔ اب میں بہت بہتر ہوں بلکہ آج مجھے سکون ملا ہے۔ لگتا ہے سارا درد ختم ہو گیا۔"

"نہیں پاپا! میں آپ کے پاس رکوں گی۔" وہ گھبرا کر بولی۔

"انکل! اگر یہ آپ کے پاس رہنا چاہتی ہیں تو انہیں رہنے دیں۔" وہ تو پہلے ہی اسے یہاں چھوڑنے پر تیار تھا۔

"نہیں بیٹا! اب اس کا گھر ہے' یہ گھر والی ہے۔" یہ بولتے ہوئے ان کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

"جاؤ حبہ!" انہوں نے پیار سے اسے دیکھا تو وہ مزید انکار نہیں کر سکی۔

"یہاں ویٹ کرو' میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔" وہ اسپتال کے گیٹ کے پاس اسے روک کر کسی کو فون کر رہا تھا۔ وہ سر جھکا کر بنچ پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد وہ اس کے پاس آیا۔

"چلو!" اس نے کہا اور وہ چل پڑی۔ گیٹ کے باہر گاڑی کھڑی تھی۔ اس نے پہلے اس کے لیے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا اور اس کے بیٹھنے کے بعد خود پسنجر سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"السلام علیکم بھابھی! میں فیروز' دراب کا بیسٹ فرینڈ اس لحاظ سے آپ کا دیور بھی ہوا۔ میں نکاح میں بھی شامل تھا۔ آپ نے دیکھا ہی ہو گا۔ صبح بھی میں ہی آپ کو لے کر آیا تھا۔ دراصل اس گدھے نے اتنی ایمرجنسی میں فون کیا۔ میں اپنی فیملی کو بھی ساتھ نہیں لا سکا۔ چلیں۔ کوئی بات نہیں ولیمہ کی تقریب میں سب سے ملاقات ہو جائے گی۔ ویسے بھی اب آنا جانا تو لگا رہے گا۔"

"کتنا بولتے ہو تم؟" دراب نے گھور کر اسے ٹوکا۔

"کہاں چھوڑوں تمہیں؟"

"چھوڑ دو کہیں بھی' میرا کون سا گھر ہے۔" دراب کے کہنے پر اب کی بار فیروز نے اسے گھوری سے نوازا۔

"بک بھی چکو۔" فیروز نے موڑ کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"سیدھے چلتے رہو۔" وہ بھی جگہ بتانے کے بجائے راستہ بتانے لگا جبکہ حبہ غائب دماغی سے باہر آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھتی رہی۔ گاڑی رکی تو اس نے چونک کر باہر دیکھا۔ وہ کوئی درمیانے سے علاقے کے فلیٹس تھے وہ باہر نکل کر کھڑی ہو گئی۔ کیوں کہ وہ دونوں کچھ فاصلے پر کھڑے پتا نہیں کیا راز و نیاز کر رہے تھے۔ ان دونوں کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ ان پر سے نظریں ہٹا کر سامنے دیکھنے لگی۔

"اچھا بھابھی! اجازت۔ آپ آرام کریں۔ میں پھر آؤں گا اور کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے فون کر دینا۔ میں لیتا آؤں گا۔"

وہ جاتے ہوئے دراب کے گلے لگ کر بولا اس کے جاتے ہی وہ فلیٹس کی طرف بڑھنے لگا لفٹ کا بٹن دبا کر اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ سٹپٹا کر لفٹ کی طرف بڑھی۔ لفٹ تیسرے فلور کی طرف جا رہی تھی۔ وہ ایک کونے میں سر جھکائے کھڑی تھی۔ اجنبیت کی دیوار پوری طرح ان کے درمیان حائل تھی۔ لگتا ہی نہیں تھا چند گھنٹے پہلے وہ اتنے مضبوط بندھن میں بندھے ہیں۔ لفٹ کھلتے ہی وہ ایسے چل پڑا جیسے اس کے ساتھ کوئی اور ہو ہی نہیں۔ وہ اسی طرح سر جھکائے اس کے پیچھے ایک فلیٹ کے سامنے رکی جس کا لاک وہ کھول رہا تھا۔ وہ بہت کم کسی بات سے ڈرتی تھی لیکن اس وقت وہ بہت ڈری ہوئی تھی۔ جو کچھ وہ اس سے کہہ چکی تھی۔ اس کے بعد ڈرنا تو بنتا تھا اگرچہ وہ معافی مانگ چکی تھی۔ لیکن وہ اس وقت مکمل طور پر اس کے رحم و کرم پر تھی۔

"بیٹھو!" اس کو یونہی کھڑا دیکھ کر دراب کو اس سے کہنا پڑا تھا۔ اس سے کہہ کر وہ سائیڈ پر بنے دروازے میں غائب ہو گیا تھا۔

اس کے جاتے ہی اس کی نظریں گھر کا جائزہ لینے لگیں۔ وہ فل فرنشڈ فلیٹ تھا' ہر چیز کی قیمت کا اندازہ اس کی خوب صورتی دیکھ کر ہو رہا تھا۔ امریکن اسٹائل میں بنا

کچن اس کے آگے چھوٹا سا ڈائننگ ایریا آگے ٹی وی لاؤنج سامنے دیوار پر اتنا بڑا LED اور دائیں جانب دو دروازے تھے ایک میں وہ گیا تھا' پتا نہیں وہ بیڈ روم تھا یا کیا۔

گھر کا جائزہ لینے کے بعد پہلا سوال یہ ابھرا تھا کیا یہ شان دار فلیٹ اس کا اپنا ہے۔ اپنے خیالوں میں اس نے غور ہی نہیں کیا' وہ کب سے نہ صرف کمرے میں آچکا ہے بلکہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ بھی لے رہا ہے۔

"جوس!" حبہ نے چونک کر دیکھا۔ وہ جوس لیے کھڑا تھا وہ شرمندہ ہو کر سر جھکا گئی۔

"مجھے بھوک نہیں۔"

"جانتا ہوں' لیکن یہ بھوک کے لیے نہیں پیاس کے لیے ہے۔" وہ گلاس سامنے ٹیبل پر رکھ کر خود اس کے سامنے والے کاؤچ پر بیٹھ گیا۔

"میں اکیلا ہی رہا ہوں۔ اس لیے کوئی ایک ٹھکانہ نہیں تھا۔ یہ فلیٹ فیروز نے ارینج کیا ہے۔" حبہ نے گہرا سانس لیا۔ اب اسے بھول جانا چاہیے کہ زندگی پھولوں کی سیج بنے گی اس کے لیے۔

"میں جلد ہی کسی مناسب جگہ پر جو میرے لیے افورڈ ایبل ہو' انتظام کرلوں گا۔ اور ہاں مجھے تم سے ضروری بات بھی کرنی ہے۔" حبہ کی دھڑکن ایک دم تیز ہوئی۔

"کیا کہنے والا تھا' پچھلی بات کا طعنہ دینے والا تھا یا نئے رشتے کے حوالے سے کوئی ڈیمانڈ کرنے والا تھا۔ لیکن وہ ذہنی طور پر اس رشتے کو اپنانے کے لیے تیار نہیں تھی۔ اس نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا' لیکن اس سے نظریں ملا نہیں سکی۔

"میں جانتا ہوں یہ نکاح تم نے مجبوری میں اور اپنے پاپا کی خواہش کی وجہ سے کیا ہے ورنہ مجھ جیسا ٹیکسی ڈرائیور غریب آدمی تمہارا اسٹینڈرڈ تو نہیں ہو سکتا تھا۔"

حبہ کے ہونٹ سختی سے ایک دوسرے میں پیوست ہوگئے۔

"اور جہاں تک میری بات ہے تو میرے لیے بھی یہ رشتہ ایک مجبوری ہے۔ میں بھی انکل کی وجہ سے مجبور ہوگیا تھا سو۔" اس نے گہرا سانس لیا۔ "کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم دونوں ہی اپنے فیصلوں میں آزاد ہیں نہ ہمارے راستے ایک ہیں اور نہ منزل۔ تم جب چاہو' یہ رشتہ ختم کرسکتی ہو' میری طرف سے کوئی پرابلم نہیں ہوگی اور جب [illegible] اپنے ہم سفر کے ساتھ شروع کرنا چاہوں گا تو یقیناً" تمہیں بھی پرابلم نہیں ہوگی۔ کیوں کہ یہ دل کا رشتہ تو ہے نہیں کہ دور جانے پر تکلیف ہو' لیکن الگ ہونے کی صورت میں بھی تمہیں یہ جگہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں تمہاری حفاظت اور خیال رکھنے کا ذمہ لے چکا ہوں۔"

بات کے اختتام پر اس نے اپنی باتوں کا ری ایکشن دیکھنا چاہا لیکن جھکے سر کی وجہ سے دیکھ نہیں سکا تو دونوں گھٹنوں پر دباؤ ڈالتا ہوا کھڑا ہوگیا۔ "تم تھک گئی ہوگی' یہ سامنے بیڈ روم ہے' تم جا کر آرام کرلو۔ تمہارا بیگ بھی اندر ہے۔ حمید انکل نے دیا تھا۔" کہہ کر وہ خود صوفہ کم بیڈ پر لیٹ گیا اور ٹی وی آن کردیا۔ جس کا مطلب تھا' دفع ہو جاؤ۔

وہ ان ہی نیچی نظروں سے چلتی اس کمرے میں آگئی۔ جس کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی نظروں نے بے ساختہ درودیوار کو سراہا تھا لیکن یہ سب صرف چند سیکنڈ کے لیے تھا' اگلے ہی پل وہ ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔ اپنی شادی کے حوالے سے اس نے کتنے خواب دیکھے تھے' لیکن ان کی تعبیر اتنی بھیانک ہوگی یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کوئی اسے اپنانے کے بعد کہے گا وہ صرف ایک مجبوری ہے۔ گلے پڑا ڈھول جسے وہ بجانے کے لیے مجبور ہے۔ اس کی خوب صورتی' تعلیم' اسٹینڈرڈ کچھ بھی تو اس کے لیے اہمیت نہیں رکھتا تھا جو کبھی اس کے لیے اہمیت نہیں رکھتا تھا اور آج وہی سب کچھ بن بیٹھا تھا۔ یہ اس کے غرور کی سزا تھی یا اللہ کی طرف سے کوئی آزمائش۔

"یہ آپ نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا پاپا!" وہ بیڈ پر اوندھی لیٹی باپ سے شکوہ کرنے لگی تب ہی دروازے پر دستک ہوئی تو وہ یوں اچھلی جیسے بیڈ میں اسپرنگ نکل آئے ہوں۔ اس نے تھوک نگل کر دروازے کو دیکھا۔ دوسری دفعہ دروازے کی دستک میں شدت تھی وہ تیزی سے منہ صاف کرکے اٹھی۔ دروازے کے باہر وہ کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ اس نے بغور دیکھا اور کچھ کہے بغیر وارڈ روب کی طرف بڑھ گیا۔ اندر سے اس نے ایک بیگ نکالا اور جانے سے پہلے اس کے قریب رکا۔

"رونے سے مسئلے حل نہیں ہوتے اور نہ رونے سے میں بدل جاؤں گا۔" کہہ کر اس نے زور سے دروازہ بند کیا تھا۔ یقیناً" وہ مسلسل نہ چاہتے ہوئے بھی اسے احساس دلا

رہی تھی کہ وہ اس کے لیے ان چاہا ہے۔ باتھ روم میں جا کر اس نے اچھی طرح منہ دھویا' کپڑے بدلے اور لیٹ گئی۔

وہ اتنی تھکی ہوئی تھی کہ کب آنکھ لگی' پتا ہی نہیں چلا۔

صبح اس کی آنکھ زوردار دستک سے کھلی تھی۔ دستک کے ساتھ ہینڈل بھی گھمایا جا رہا تھا۔ وہ تیزی سے دوپٹہ خود پر لیتی دروازے کی طرف بڑھی۔ باہر دراب کچھ پریشانی اور کچھ غصے کی حالت میں کھڑا تھا۔

"اتنی دیر لگا دی' میں سمجھا' کہیں خودکشی کر کے اللہ کو پیاری تو نہیں ہو گئیں۔"

اسے دیکھ کر بولتا ہوا وہ دوبارہ مڑ گیا اور حبہ نے کھا جانے والی نظروں سے اس کی پشت کو گھورا۔ وہ چپ تھی خلاف عادت تو یہ شخص طنز کرتا ہی جا رہا تھا۔

"اب مجھے گھورنا بند کرو اور تیار ہو جاؤ۔ ہمیں انکل سے ملنے جانا ہے۔" حبہ نے گڑبڑا کر نظروں کا زاویہ بدلا۔ اسے کیسے پتا چلا کہ وہ اسے دیکھ رہی ہے۔ منہ دھو کر الٹا سیدھا برش کر کے وہ باہر آ گئی۔ وہ ڈائننگ ٹیبل پر کچھ رکھ رہا تھا۔

"ایسے جاؤ گی؟" دراب نے ناقدانہ انداز میں اس کے حلیے کا جائزہ لیا۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا کپڑے چینج کرنے کو۔"

"بعض دفعہ انسان کو بہت سی چیزیں ایسی کرنی پڑ جاتی ہیں جن پر اس کا دل مان نہیں رہا ہوتا جیسے میں نے کس دل سے تم سے نکاح کیا' میں ہی جانتا ہوں۔" کہنے کے ساتھ اس نے توس پر جیم لگانا شروع کر دیا اور حبہ کا دماغ بالکل الٹ گیا۔

"کل سے دس دفعہ آپ مجھ پر احسان جتا چکے ہیں اگر اتنی تکلیف تھی تو نہیں کرنی تھی مجھ سے شادی۔"

"ناشتا کر لو۔" اس کے کہنے پر ایسا جواب۔ اسے رونا ہی آ گیا۔

"نہیں کرنا مجھے۔"

"مرضی ہے تمہاری۔" وہ کہہ کر مزے سے کھانے میں مصروف ہو گیا جبکہ اس کی آنتیں قل ھو اللہ پڑھ رہی تھیں۔

وہ دل ہی دل میں اسے کوستی کتنی بار چور نظروں سے چائے کے کپ اور آملیٹ کو دیکھ چکی تھی جس کی مزے دار خوشبو اس کی بھوک کو مزید بڑھا رہی تھی۔

"خود پر جبر کرنا اچھی بات نہیں۔ کھا لو' میں کچھ نہیں کہتا۔" وہ زیر لب مسکراتے ہوئے بولا۔

"آپ مجھے کچھ کہہ بھی نہیں سکتے اور نہ میں آپ سے ڈرتی ہوں۔"

دراب نے چائے کا کپ ٹیبل پر رکھ کر اسے دیکھا۔ "یہ تو وقت بتائے گا۔" وہ کہہ کر کچن کی طرف بڑھ گیا جبکہ حبہ کے حواس مختل ہونے لگے۔

"اس بات سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں؟" وہ اپنے سابقہ لہجے میں بات کرنا چاہ رہی تھی' لیکن چاہ کر بھی آواز میں وہ رعب نہیں آ سکا۔

"اپنے ننھے سے ذہن پر زیادہ زور نہ دو' ناشتا کرو۔ انکل ہمارا ویٹ کر رہے ہیں۔"

کہہ کر وہ اس بیڈ روم میں چلا گیا جہاں رات کو اس کا بسیرا تھا۔ اس کے جاتے ہی اس نے جلدی جلدی جتنا ہو سکتا تھا۔ اپنے حلق سے نیچے اتارا جب تک وہ واپس آیا' وہ تین توس' ایک آملیٹ اور چائے کا ایک کپ ختم کر چکی تھی۔

"چلیں۔" اس کو دیکھتے ہی وہ کھڑی ہو گئی۔

"اپنا حلیہ درست کر کے آؤ۔ انکل تمہیں یوں دیکھیں گے تو انہیں افسوس ہو گا اور انہیں افسوس میں دیکھ کر تمہارا تو پتا نہیں پر مجھے افسوس ضرور ہو گا۔"

وہ ایک ناراض نظر اس کے صاف ستھرے حلیے پر ڈال کر بیڈ روم میں آ گئی۔

"یہ آدمی جب تک بولتا نہیں تھا تب تک کتنا ٹھیک تھا۔ اب جب بھی منہ کھولتا ہے۔ آگ اگلتا ہے ڈائنا سور کہیں کا۔" وہ بیگ کھول کر کوئی مناسب جوڑا تلاش کرنے لگی اور جوڑے دیکھتے ہوئے جیسے پھر سے آنسوؤں کا ریلا آنکھوں میں اتر آیا تھا۔ کس کے نام پر بنے تھے اور کس کے نام پر پہنے جا رہے تھے۔

"بیس منٹ ہو گئے ہیں جلدی کرو' مجھے اور بھی کام ہیں۔"

وہ باہر سے ہی چیخا تھا تو اس کے ہاتھوں میں تیزی سی آ گئی۔ اس نے بلیو کلر کا سوٹ جس کے گلے پر ہلکے سلور کلر کا کام تھا نکالا۔ آئینے میں بال بناتے ہوئے اس نے بغور اپنا چہرہ دیکھا۔ وہ حبہ تو کہیں نہیں تھی جس کی چمک ماند نہیں پڑتی تھی۔ یہ تو کوئی اداس' بے رنگ' مایوس حبہ تھی۔ اس نے چہرے سے نظر ہٹا کر جلدی سے بالوں میں برش کیا۔ ہاتھوں میں چوڑیاں پہنیں اور لپ اسٹک بھی لگائی۔ پاپا

خوش ہوں گے۔ اس نے نم آنکھوں کو کاجل سے سجاتے ہوئے خود کو سمجھایا جب وہ باہر آئی تو وہ مڑ کر کچھ بولنے والا تھا' شاید ڈانٹنے والا تھا پر اس پر نظر پڑتے ہی خاموش ہو گیا۔

"اچھی لگ رہی ہو۔" کچھ لمحوں کے بعد بولا۔

"پاپا کے لیے کیا ہے۔" حبہ نے جتانا ضروری سمجھا تھا۔

"تو میں نے کب کہا میرے لیے کیا ہے۔" اس کی گہری نظر بھی ایک لمحے کے لیے تھی۔ سارا راستہ ان کے درمیان خاموشی رہی تھی جب وہ کار پارک کر کے آیا تو وہ اسی کے انتظار میں کھڑی تھی۔

"یقیناً" یہ دکھاوا بھی پاپا کے لیے ہو گا۔" وہ طنز کرنے سے باز نہیں آیا تھا پر وہ اب کی بار بولی نہیں۔ وہ دونوں ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

"حبہ!" بیڈ سے ٹیک لگائے منظور صاحب کی آنکھوں کے ساتھ جیسے چہرہ بھی روشن ہو گیا تھا۔ "کیسی ہے میری بیٹی؟" وہ بغور اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"اچھی ہوں پاپا۔" وہ جھکی نظروں اور مسکراتے ہونٹوں کے ساتھ بولی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" اب کے اس نے غور سے ان کا چہرہ دیکھا۔

"میں تو بہت بہتر ہوں۔ اب تو لگتا ہے بہت جلدی ٹھیک ہو جاؤں گا۔" اور وہ انہیں واقعی پہلے سے بہتر لگے تھے۔

"اور دراب تم وہاں کیوں کھڑے ہو۔" انہوں نے پیچھے کھڑے دراب کو دیکھ کر کہا۔ تو ان کے بیڈ کے قریب آگیا۔

"اچھا انکل! اب میں چلتا ہوں۔ کام ہے۔ شام میں چکر لگاتا ہوں۔" کچھ دیر بعد اس نے اجازت چاہی تھی۔

"ہاں ہاں بیٹا! جاؤ۔ تمہارے کام کا حرج ہو رہا ہو گا۔ میری وجہ سے پہلے ہی تمہیں بہت مشکل ہوئی ہے۔"

"انکل! بیٹا کہہ کر بھی ایسی باتیں کرتے ہیں۔" وہ مسکرایا تو انہوں نے اشارے سے اسے جھکنے کو کہا۔ اس کے جھکنے پر انہوں نے بڑی محبت سے اس کی پیشانی کو چوما تھا۔

"سدا خوش رہو' کامیابی تمہارے قدم چومے۔" وہ مسکرا کر سیدھا ہوا اور ایک نظر اسے دیکھا' وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"اگر ضرورت ہو تو کال کر لینا۔" وہ سرہلا کر رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

منظور صاحب کب سے اسے دیکھ رہے تھے جو وہاں ہوتے ہوئے بھی وہاں نہیں تھی۔

"حبہ!"

"جی پاپا!" وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"شام ہونے والی ہے' دراب کو فون کرنا تھا۔ تمہیں لے جائے۔"

"شام ہو گئی۔" وہ بے خیالی میں گھڑی کو دیکھنے لگی۔

"ادھر آؤ حبہ! میرے پاس۔۔۔" وہ اٹھ کر ان کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"کیا بات ہے جب سے آئی ہو' دیکھ رہا ہوں۔ چپ چپ ہو۔"

"نہیں تو پاپا! بس آپ کی طبیعت کی وجہ سے پریشان ہوں۔ پہلے آپ کے پاس تھی تو تسلی تھی۔ اب وہاں بھی مجھے آپ کا خیال رہتا ہے۔"

"اب تو میں پہلے سے بہتر ہوں۔ بات کو ٹالو نہیں۔ مجھے ٹھیک بتاؤ۔ تم خوش نہیں ہو کیا؟ دراب نے کچھ کہا ہے؟" اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"میں جانتا ہوں' دراب کوئی دل دکھانے والی بات نہیں کر سکتا۔"

"پاپا آپ ایک اجنبی پر اتنا بھروسا کیسے کر سکتے ہیں اتنا کہ اپنی بیٹی ہی اسے دے دی یہ جانتے ہوئے کہ لائف پارٹنر کے لیے میری سوچ کیا تھی۔ آپ نے بہت زیادتی کی میرے ساتھ۔" اب کی بار وہ اپنے آنسو نہیں روک سکی۔

"حبہ!" اس کے آنسو دیکھ کر وہ افسردہ ہوئے۔

"قسمت کے لکھے کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ تم خود دیکھو۔ حالات کیا ہوئے اور کیسے یہ رشتہ جڑا اگر اس مشکل وقت میں دراب ہماری مدد نہ کرتا تو سوچو۔ حالات کتنے بھیانک ہوتے۔"

"انسان اپنی قسمت خود بناتا ہے پاپا! ٹھیک ہے اس نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا' لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ آپ مجھے اس کے نکاح میں ہی دے دیتے۔"

"تم پریشان نہ ہو حبہ! وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا۔"

"کیسے پاپا! اس کے پاس کچھ نہیں۔"

"خوشی دولت کی محتاج نہیں ہوتی' بس محبت اور سکون ہونا چاہیے۔ سب بن جاتا ہے اور مل جاتا ہے۔" اس کو ان سے اتفاق نہیں تھا پر بحث کا فائدہ بھی نہیں تھا۔ اس نے گہرا سانس لے کر آنکھیں کھولیں تو پہلے تو اسے سامنے

کھڑا وجود الوژن لگا، لیکن اس کی خود پر جمی سرد نظریں اس کے ہونے کا احساس دلا گئی تھیں۔ وہ نظریں چرائی ہوئی سیدھی ہوئی۔ منظور صاحب نے بھی تب ہی اسے دیکھا۔

"دراب آؤ بیٹا! کب آئے۔ میں نے دیکھا ہی نہیں۔"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے انکل! کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" وہ منظور صاحب سے حسب معمول ملا تھا لگ نہیں رہا تھا اس نے کچھ سنا ہے، لیکن وہ دونوں باپ بیٹی اپنی جگہ خود کو چور محسوس کر رہے تھے۔

"اچھا انکل! آپ آرام کریں میں چلتا ہوں۔" اس کے یوں کہنے پر منظور صاحب نے گھبرا کر حبہ کو دیکھا۔

"حبہ! جاؤ تم بھی۔" انہیں لگا وہ حبہ کو چھوڑ جائے گا۔

"انکل! آپ اکیلے ہیں۔"

"نہیں بیٹا! سارا اسٹاف ہے اور پھر تھوڑی دیر میں حمید اللہ بھی آجائے گا۔ تم حبہ کو لے جاؤ اور روز روز بھی آنے کی ضرورت نہیں، جب تمہیں ٹائم ملے۔ تب حبہ کو لے آنا میں اب بہتر ہوں۔"

حبہ نے اپنے باپ کا چہرہ دیکھا۔ اس کا باپ ڈر گیا تھا، کتنے مجبور ہو جاتے ہیں باپ بیٹیوں کی قسمتوں کے آگے۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ اس کا موڈ ٹھیک نہیں۔ آخر وہ بول ہی پڑا۔

"کافی میٹریلسٹک ہو تم۔"

"کیا مطلب؟" حبہ نے باہر کے نظاروں سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا۔

"تمہارے نزدیک اچھی زندگی صرف روپیہ پیسہ ہے۔ اچھا انسان اچھا کردار اچھی سوچ ان کی کوئی حیثیت نہیں تمہارے نزدیک۔"

حبہ نے دبی دبی سانس خارج کی تو وہ سن چکا تھا۔

"اچھی زندگی گزارنے اور اسے حاصل کرنے کی چاہ کرنے کا ہر انسان کو حق ہے اور میرے نزدیک دولت ہی سب کچھ ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو پھر تمہیں ندیم قریشی سے شادی کر لینی چاہیے تھی، اس کے پاس تمہاری مطلوبہ ہر چیز تھی، محبت اور شرافت کے سوا۔" حبہ کو اس سے اس جواب کی امید نہیں تھی۔ اس لیے کتنی دیر تک لاجواب ہو کر اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"آپ ایک بدزبان اور بددماغ انسان ہیں۔" وہ روہانسی ہو کر بولی تو وہ استہزائیہ انداز میں مسکرایا۔

"اور میرے خیال میں تم انتہائی بدتمیز، خود پسند لڑکی ہو جس کو میں میں کرنے علاوہ اور کچھ نہیں آتا حالانکہ اب جس سے، جیسے بھی تمہاری شادی ہوئی، تمہیں مان لینا چاہیے کہ یہ تمہاری قسمت ہے۔"

"بہت بری قسمت۔" وہ زہر خند انداز میں بولی۔

"چلو یہی سہی۔ سمجھ لو کہ تم بد قسمت ہو۔" آگے وہ کون سا کم تھا۔

یہ ان کی شادی کے دوسرے دن کی رومانٹک گفتگو تھی۔ دونوں نے باقی راستہ ایک دوسرے سے بات نہیں کی تھی۔ لفٹ سے فلیٹ تک کا سفر اس نے بڑے ضبط سے طے کیا تھا، اندر داخل ہوتے ہی وہ بیڈ روم میں جا کر بیڈ پر اوندھے منہ گر کر کھل کر روئی تھی۔ یہ ہمیشہ چپ رہنے، مسکرانے والا بندہ اتنی کڑوی باتیں بھی کر سکتا ہے۔ اسے اندازہ تک نہیں تھا۔ دروازے پر لگا تار دستک ہو رہی تھی۔ اس کے سوا کون ہو سکتا تھا پر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی۔

دراب اب جھنجلاہٹ کا شکار ہو رہا تھا۔ اس نے ہینڈل گھمایا۔ سامنے کا منظر اس کی توقع کے عین مطابق تھا۔

"حبہ!" اس نے بیڈ کے قریب جا کر اسے آواز دی تو ہچکیاں لیتے وجود میں مزید تیزی آ گئی تھی۔ دراب نے گہرا سانس لیا۔

"اٹھو کھانا کھالو، دیکھو اب اگر تم نہ اٹھیں تو مجبوراً مجھے تمہیں اٹھا کر لے جانا پڑے گا۔" وہ ہلی تک نہیں تو دراب نے اس کا بازو تھاما ہی تھا کہ وہ تڑپ کر سیدھی ہوئی اس کا چہرہ دیکھ کر دراب نے بے ساختہ ہونٹ بھینچ لیے۔

"میں نے ایسا کیا کہہ دیا جو تم نے رو رو کر اپنا یہ حال کر لیا ہے۔" حبہ نے غصے اور ناراضی سے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"ابھی کچھ باقی رہ گیا ہے۔ مجھے آج تک کبھی کسی نے اتنا نہیں ڈانٹا اور آپ نے تو میری اتنی انسلٹ کی ہے۔ مجھے بددماغ، بدتمیز، دولت کی بھوکی اور پتا نہیں کیا کیا کہا ہے۔"

اس کے شکوے پر دراب نے بڑی مشکل سے اپنی مسکراہٹ کو ہونٹوں پر آنے سے روکا تھا۔

"اور جو تم نے مجھے اتنا کچھ کہا۔ میرا اسٹینڈرڈ نہیں۔ میں تمہارا آئیڈیل نہیں۔ میں تمہاری بری قسمت ہوں۔ ایسا

کہہ کر تم مجھے پھولوں کے ہار پہنا رہی تھیں۔"
اب کی بار وہ بولنے کے بجائے تیزی سے پلکیں جھپکنے لگی۔

"میں جیسا ہوں، مجھے پتا ہے اور میں مطمئن ہوں۔ مجھے برا یہ لگا کہ تم انکل کو پریشان کر رہی تھیں۔ دیکھا نہیں وہ کتنے بہتر لگ رہے تھے اور تمہارے رونے سے وہ پریشان ہو گئے تھے۔"

وہ میرے پاپا ہیں میں ان سے نہ کہوں تو کس سے کہوں اور کون ہے میرا۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

دراب نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا "دیکھو حبہ! یہ بات میں پہلے بھی تمہیں کلیئر کر چکا ہوں۔ آج آخری بار پھر بتا رہا ہوں، تم پابند نہیں ہو۔ تم جیسا آئیڈیل، دولت والا واٹ ایور جیسا بھی چاہتی ہو جب بھی تمہیں لگے۔ تمہیں مل گیا ہے۔ تم جا سکتی ہو۔ میں کبھی تمہارے راستے میں نہیں آؤں گا۔ تم جانتی ہو، میں نے یہ نکاح انکل اور تمہارے کہنے پر کیا۔ تم جب چاہو، اپنا راستہ الگ کر سکتی ہو۔ میں رکاوٹ نہیں بنوں گا اور اگر اس سے پہلے میں اپنی نئی زندگی شروع کرنا چاہوں تو یقیناً" تمہیں بھی کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ ہم یہاں اچھے دوستوں کی طرح رہیں گے، بے شک باہر ہمیں لوگوں کے سامنے ہسبینڈ وائف کی طرح ایکٹ کرنا پڑے۔"

حبہ بہت دھیان سے اسے دیکھ اور سن رہی تھی، اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بہت اچھا بولتا ہے اور بہت اچھا دکھتا ہے۔ کچھ دیر پہلے والی رائے یکسر ذہن کی سلیٹ سے غائب ہو گئی تھی۔

"اور اگر تمہیں لگے ہم اچھے دوست ہیں تو مجھ سے باتیں شیئر کر سکتی ہو۔" وہ کھڑا ہو گیا۔ حبہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اس کی ہائیٹ بھی زبردست تھی۔

"چلو اب کھانا کھا لو میں نے خود بنایا ہے حالانکہ سوچا تھا، تمہارے آنے سے کم از کم کھانا تو پکا پکایا ملے گا۔"

"مجھ سے کھانا نہیں بنتا۔ کوئی میڈ رکھ لیں۔ پاپا کے گھر تو عظمیٰ کھانا بنانے آتی تھی۔" وہ بے خیالی میں روانی سے بولی۔

"میری آمدنی اتنی نہیں، ہے تو کر افورڈ نہیں کر سکتا۔"
دراب نے پھر وہی باتیں شروع کر دی تھیں جو اس کا موڈ خراب کر جاتی تھیں پر آج اسے اتنا برا نہیں لگا تھا۔ دراب اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔

"میں جاب کر سکتی ہوں۔ آپ کی ہیلپ ہو جائے گی۔ ویسے بھی ہماری وجہ سے آپ پر کافی بوجھ بڑھ گیا ہے۔"

"تم میرے لیے بوجھ نہیں ہو۔" دراب نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تو وہ کتنی دیر تک اس پر سے نظریں نہیں ہٹا سکی۔

کھانا کھانے کے بعد وہ سستی سے جا کر کاؤچ پر لیٹ گئی اور ٹی وی آن کر لیا۔ جبکہ دراب برتن اٹھا کر نہ صرف رکھ آیا بلکہ دھو بھی آیا۔ جب واپس آیا تو وہ سو رہی تھی، ایک ہاتھ سینے پر رکھے اور دوسرا ہاتھ فرش پر گرا تھا۔ دراب نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر چلتا ہوا اس کے قریب بیٹھ گیا۔ زیادہ رونے سے چہرے کا رنگ گلابی ہو گیا تھا۔ گورا اور گلابی رنگ مل کر عجیب بہار دکھا رہے تھے پر وہ سر جھٹک کر مسکرا دیا۔ اور اس کا دوسرا ہاتھ بھی اٹھا کر سینے پر رکھ دیا۔ لائٹ آف کر کے نائٹ بلب جلا کر وہ بیڈ روم میں آ گیا۔ اسے خود شدید نیند آ رہی تھی۔ اور کل اسے کام پر بھی جلدی جانا تھا۔

صبح وہ تیار ہو کر باہر آیا تو وہ بھی اٹھ چکی تھی۔

"سوری۔ تم سو گئی تھیں۔ میں نے تمہیں جگایا نہیں۔" وہ شرٹ کی آستین فولڈ کرتے ہوئے بولا۔

"نہیں میں یہاں آرام سے تھی۔ آپ کو یہاں پریشانی ہوتی ہو گی، آپ بیڈ پر سویا کریں۔ میں یہاں ٹھیک ہوں۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بڑے مصروف اور ماہرانہ انداز میں آملیٹ کے لیے پیاز، مرچیں اور ٹماٹر کاٹ رہا تھا۔ دوسرے چولہے پر اس نے چائے کا پانی رکھا تھا۔

"لائیں میں بنا دوں۔" بے انتہا شرمندہ ہوتے ہوئے حبہ نے اس کے پیچھے آ کر کہا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں، ویسے بھی میں اپنا ہر کام خود کرنے کا عادی ہوں۔" آملیٹ کی خوشبو پورے کچن میں پھیل گئی تھی۔ توس بھی وہ سینک چکا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ سب چیزیں ٹرے میں رکھ کر ٹیبل سجاتا۔ وہ جلدی سے سب چیزیں لے کر ٹیبل پر رکھ آئی۔ دراب نے ایک نظر اس پر ڈالی اور کندھے اچکا کر فریج سے مکھن نکال کر لایا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور اس کو دیکھنے لگا جو خاموش کھڑی تھی۔

"کیا ہوا۔ ناشتا نہیں کرنا؟" وہ اس کی سوالیہ نظروں کے جواب میں وہ موٹا" بھی نہ نہیں کر سکی کیونکہ اسے سخت بھوک لگی تھی۔ وہ بڑا جھجک کر کھا رہی تھی جبکہ اس کے برعکس وہ بڑی تیزی سے ناشتا ختم کر رہا تھا۔ تب ہی ٹیبل پر

رکھے اس کے موبائل کی بپ بج اٹھی' اس نے اسی مصروف انداز میں اسکرین پر نظر ڈالی اور جلدی سے ٹشو سے ہاتھ صاف کر کے فون آن کیا۔

"ہاں۔ بس نکل رہا تھا۔ تم بتاؤ پہلے کہاں جانا ہے۔ پولیس اسٹیشن یا کورٹ؟" اور منہ کی طرف جاتا توس اس کے ہاتھ میں ہی رہ گیا۔ وہ منہ کھولے اسے دیکھنے لگی۔ جو اب فون لے کر کمرے میں چلا گیا تھا۔

"کورٹ' پولیس اسٹیشن کیا یہ کوئی کریمنل ہے۔" توس اس نے واپس پلیٹ میں رکھ دیا۔ وہ تیزی سے باہر آیا۔

"تم خود چلی جانا۔ میں آج شاید شام کو نہ آسکوں۔ انکل کو فون کردوں گا۔"

"آپ کہاں جارہے ہیں؟" یہ سوال بڑا بے ساختہ تھا اور اسی بے ساختہ انداز میں وہ مڑا تھا۔

"کیوں خیریت؟" وہ پورے کا پورا اس کی طرف مڑا' کیونکہ تین ہفتوں میں شاید پہلی بار اس نے اس سے متعلق کوئی سوال کیا تھا۔

"آپ پولیس اسٹیشن کا کہہ رہے تھے نا۔ کیوں جانا ہے؟" دراب نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا جو مشکوک انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔

"دراصل میں اسٹریٹ کرائم میں ملوث ہوں۔ ایک مرڈر کرچکا ہوں تو پولیس اسٹیشن آنا جانا رہتا ہوں۔" حبہ کے چہرے کا رنگ بالکل زرد پڑ گیا تھا۔

"آپ مذاق کررہے ہیں۔"

"تو مذاق والی کیا بات ہے' یہ نہیں کروں گا تو ضرورتیں کیسے پوری کروں گا۔" وہ اتنا سنجیدہ تھا کہ حبہ کو اس پر سچ کا گمان ہو رہا تھا۔ دراب کا ارادہ اسے مزید تنگ کرنے کا تھا لیکن اس کی حالت ایسی تھی کہ مزید پانچ منٹوں میں وہ بے ہوش ہو سکتی تھی' وہ چلتا ہوا اس کے قریب گیا اور دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھام لیا۔

"یہ صرف ایک مذاق تھا' ندیم قریشی کے خلاف رپورٹ درج کرائی تھی۔ اس سلسلے میں اکثر پولیس اسٹیشن جانا پڑتا ہے۔ میں شریف آدمی ہوں۔ یقین رکھو۔"

"ہوں!" اس نے پلکیں جھپک کر آنسو اندر اتارے۔

"تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے نا؟" دراب سیدھا کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

"ایسی بات نہیں۔ میں ڈر گئی تھی۔ پولیس اسٹیشن بھی آپ کو میری وجہ سے جانا پڑ رہا ہے۔"

"نیور مائنڈ۔ چلتا ہوں۔"

"کب آئیں گے؟" دوسرا سوال بھی بے ساختگی میں ہوا تھا۔

"خیریت ہے نا؟" وہ اب کرسی گھسیٹ کر بالکل اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

"وہ میں سوچ رہی تھی' رات کو کیا پکاؤں۔"

"یہ آج اتنی نوازش کیوں ہو رہی ہے مجھ پر۔ پہلے ناشتا اور اب کھانے کی آفر خیریت؟" حبہ جس جذبے کے زیر اثر تھی اس سے نکلنا چاہتی تھی اسی لیے ناراضی سے بولی۔

"زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں۔ مجھ سے پاپا نے کہا ہے کہ آپ کا خیال رکھوں۔" اس کے انداز پر وہ بے ساختہ انداز میں دل کھول کر ہنسا' حبہ نے ناراضی سے اسے دیکھا۔

"لطیفہ سنایا ہے جو اتنے دانت نکل رہے ہیں۔"

"یہ کیا لطیفے سے کم ہے کہ تم کسی کا خیال رکھنے کے بارے میں سوچ رہی ہو۔"

"مطلب کیا ہے آپ کا؟" اب کے اسے واقعی بہت غصہ آیا تھا۔

"مطلب یہ کہ میں نے تمہیں ہمیشہ دوسروں سے خود کا خیال رکھواتے دیکھا ہے اور حیرت اس بات پر ہوئی کہ تم انکل کا کہنا بھی مانتی ہو۔"

"آپ پھر میری انسلٹ کررہے ہیں۔" اب کے وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"یہ بھی غلط کہہ رہی ہو۔ یہ حق بھی صرف تمہیں ہی حاصل ہے۔"

"اونہہ!" اب کے وہ پیر پٹختی ہوئی بیڈ روم کے ساتھ بنے اسٹڈی روم میں گھس گئی اور دھماکے کے ساتھ دروازہ بند کیا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

"اکیلی آئی ہو؟" منظور صاحب نے اس کے پیچھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ایک مہینے سے زیادہ ہو گیا ہے پاپا! مجھے اکیلے آتے

ہوئے پھر بھی آپ ہر دفعہ یہ سوال پوچھتے ہیں۔"
منظور صاحب ہنس پڑے "لگتا ہے میری بیٹی کا موڈ آف ہے۔" اس نے سر جھٹکا۔

"نہیں پاپا! ٹھیک ہے موڈ۔ آپ بتائیں۔ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"تم کو دیکھ لیا تو بالکل ٹھیک ہو گیا۔" وہ مسکرا کر بولے۔

"ڈاکٹر سے میری اور دراب کی بات ہوئی تھی۔ ڈاکٹر کا کہنا ہے اب آپ کو گھر لے کر جا سکتے ہیں۔ دراب بھی کہہ رہے تھے۔ کل آپ کو گھر لے جائیں گے۔" منظور صاحب خاموش ہو گئے تھے۔

"کیا ہوا پاپا؟" وہ ان کا خاموش ہو جانا محسوس کر گئی تھی۔

"بیٹی کے گھر رہنا اچھا لگتا ہے کیا حبہ؟ اور دراب کے پہلے بھی ہم پر بہت احسان ہیں۔"

حبہ نے گہرا سانس لیا "مجبوری ہے پاپا! اس کے علاوہ ہمارا کوئی ٹھکانا نہیں' جہاں ہم رہتے ہیں' وہ بھی دراب کے دوست کا فلیٹ ہے۔ وہ کوئی اور گھر ڈھونڈ رہے ہیں۔"

"کتنی مشکل میں پڑ گیا ہے بچہ۔"

"بچے کی زبان بھی بہت لمبی ہے۔" اس کو باپ کی ہمدردی ذرا نہیں بھا رہی تھی' جب سے وہ دراب سے نارمل بات کرنے لگی تھی' تب سے موصوف کچھ زیادہ ہی پھیلنے لگے تھے۔ ابھی تو زبان کے تیر چلاتا تھا۔ آنکھوں سے معائنہ کرتا رہتا تھا۔ اتنا سا فلیٹ تھا کب تک اور کہاں تک چھپ سکتی تھی' اسے تو ڈر تھا' کسی دن اس کے اندر کا مرد شوہر کے روپ میں آ کر کھڑا نہ ہو جائے۔

"السلام علیکم!" حمید اللہ کی آواز پر اس نے مڑ کر دیکھا اور ان کے ساتھ نادیہ کو دیکھ کر وہ بے ساختہ خوش ہو گئی تھی۔

حبہ نے رشک سے نادیہ کا چمکتا چہرہ دیکھا "کیسی ہو؟"

"تمہارے سامنے ہوں۔" نادیہ مسکرا کر بولی "ابو کی طرف آئی ہوئی تھی۔ ابو آ رہے تھے تو میں نے سوچا میں بھی انکل سے مل لوں۔ اس بہانے تم سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔"

"چلو ابو کو انکل سے باتیں کرنے دو۔ ہم دونوں دوستیں اپنی باتیں کرتی ہیں۔" وہ دونوں کیفے ٹیریا میں آ گئیں۔

"زندگی بہت بدل گئی ہے نا؟" نادیہ نے اس کے چہرے پر نظریں جما کر کہا جو دور درختوں پر نظریں جما کر بیٹھی تھی۔

"ہاں!" وہ گہرا سانس لے کر بولی۔ "اتنی بدل گئی ہے کہ عجیب سے عجیب تر ہو گئی ہے میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میں ایسے کمپرومائز کروں گی۔ تمہیں پتا ہے نادیہ! میں کیا سوچتی تھی۔ کیا سوچ تھی میری لائف پارٹنر کے لیے۔"

"اور تم جانتی ہو نا حبہ! میں کیا کہتی تھی کہ انسان کی سوچ ایک جگہ اور اللہ کا فیصلہ ایک جگہ' کیا وہ تمہارے ساتھ اچھا نہیں؟"

نادیہ کے پوچھنے پر اس نے سر نفی میں ہلایا "ایسی بات نہیں۔ وہ میرا بہت خیال رکھتا ہے لیکن میں اپنی سوچ کا کیا کروں۔ وہ ایک ٹیکسی ڈرائیور ہے' جب میں یہ سوچتی ہوں تو رونا آتا ہے' نہ اس کا کوئی گھر ہے اور نہ کوئی امید' کیا فیوچر ہو گا میرا۔" حبہ کو اس کی روہانسی شکل دیکھ کر ترس آیا۔

"حبہ! دنیا میں کچھ ناممکن نہیں اگر آج کچھ نہیں تو کل وہ ضرور کچھ نہ کچھ کرے گا۔"

"تم کیسی پاگلوں جیسی باتیں کر رہی ہو۔ آج کل لاکھوں کمانے والوں کے گھر نہیں بن پاتے۔ یہ تو پھر چند ہزار کمانے والا ہے پھر سارا دن خوار ہونے کے بعد۔"

"تم اگر اسے ناپسند کرتی تھیں تو منع کر دیتیں۔"

حبہ نے افسوس سے اسے دیکھا۔ "کیا اس وقت منع کرنے والے حالات تھے۔ پاپا کی ایک ہی رٹ تھی۔ اس سے شادی کرو۔ پتا نہیں اس نے ان پر کیا جادو کر دیا تھا۔ آخری کوشش کے طور پر تابش کو بلانے کی کوشش کی۔ اس کی ہر کڑوی کسیلی بات برداشت کی جو میرے مزاج کا حصہ بھی نہیں' لیکن وہ شخص جو مجھے بچپن سے جانتا تھا۔ اس نے میرے کردار پر شک کیا۔ یہاں آ کر میں ہار گئی۔ میں ہر چیز برداشت کر سکتی ہوں لیکن کردار پر الزام نہیں۔ میں کیسے اور کب تک اسے یقین دلاتی رہتی میں پاک ہوں۔"

"تو دراب مان گیا تھا؟" نادیہ کے سوال پر اس نے بے ساختہ انداز میں اپنے ہاتھوں سے دونوں آنکھوں کو رگڑا۔

"تم یقین نہیں کرو گی نادیہ! ایک سوال' ایک شکی نظر' کچھ بھی نہیں کہا' یہاں تک کہ میری عزت اور جان بچانے والا وہ تھا۔ لیکن پھر بھی وہ مجھ سے شادی کرنے سے انکاری تھا۔"

"کیوں؟" نادیہ حیران ہوئی۔

"کیونکہ میں نے اس کی بہت انسلٹ کی تھی۔ اس کی

غربی کا مذاق اڑایا تھا۔ ظاہر ہے نادیہ! وہ بھی انسان ہے کوئی بھی انسان اپنی بے عزتی برداشت نہیں کر سکتا لیکن صرف پاپا کے کہنے پر وہ مان گیا۔"

"ایک بات کہوں حبہ! ٹھنڈے دماغ سے سنو اور پھر سوچو۔ دراب نے ایک اجنبی ہو کر وہ کیا جو کوئی اپنا نہیں کرتا۔ اس نے ہر مصیبت وقت میں تمہارا اور انکل کا ساتھ دیا۔ ابو بھی اس کی ہر وقت تعریف کرتے ہیں اور تم غور سے دیکھنا۔ وہ ہینڈسم بھی بہت ہے۔ تابش سے بہت زیادہ اور اس کی گفتگو دیکھ لو کہیں سے لگتا ہے۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور ہے۔ کسی کے منہ پر تو نہیں لکھا ہوتا اور میری مثال لے لو۔ میں کہتی تھی میں خوش نہیں رہوں گی لیکن دیکھو' میں کتنی خوش ہوں۔ قاسم کے سوا مجھے کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ نکاح کے بولوں میں بہت طاقت ہوتی ہے۔ یہ دو اجنبیوں کو اتنے قریب لے آتے ہیں کہ اس سے مضبوط رشتہ اور کوئی نہیں رہتا۔ محبت ہو تو دولت اسٹینڈرڈ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ اتفاق' محبت ہونی چاہیے باقی چیزیں قسمت میں ہوں تو خود بخود مل جاتی ہیں۔" وہ کچھ نہیں بولی خاموشی سے کپ کی سطح پر انگلی پھیرتی رہی۔

"کیا دراب نے کبھی تم سے پیار نہیں کیا؟" حبہ نے چونک کر اسے دیکھا "میرا مطلب ہے وہ تمہارا شوہر ہے۔"

نادیہ نے بات ادھوری چھوڑ دی لیکن حبہ سمجھ گئی اور کوئی تعلق نہ ہونے کے باوجود اس کا چہرہ ایک لخت دہکنے لگا تھا۔ نادیہ بے ساختہ مسکرائی۔

"اگر انکل نے یوں ہی کرنا ہوتا تو ندیم قریشی بھی تھا۔" پر نادیہ کبھی کبھی وہ بڑا مشکوک لگتا ہے یوں کوئی بغیر وجہ تو نہیں کرتا اتنا کچھ حالانکہ میں اسے بتا چکی ہوں' میں اسے پسند نہیں کرتی اور وہ بھی مجھے کہہ چکا ہے میں اسے پسند نہیں۔ ایک کمپرومائز ہے جو ہم پاپا کے لیے نبھا رہے ہیں۔ ایک گھر میں رہتے ہوئے اجنبی ہیں۔ ہم نارمل بات چیت کر لیتے ہیں۔"

نادیہ نے جیسے افسوس سے سر تھام لیا۔ "ایسے کیسے زندگی گزرے گی حبہ! شادی ایک بار ہوتی ہے جب ہو ہی گئی ہے تو اسے نبھانے کی کوشش کرو' تم مقابلہ لگا کر کیوں بیٹھ گئی ہو۔ اس کے احسانوں کا یہ بدلہ دے رہی ہو؟"

"تابش آیا تھا میرے پاس۔" نادیہ نے دھیرے سے کہا۔"

"کیوں؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"وہ تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

"لیکن میں اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔ اب جو بھی ہے جیسا بھی ہے۔ بس وہ میری زندگی کا حصہ نہیں۔" اس کے انداز پر نادیہ خاموش ہو گئی اور اسے بتایا ہی نہیں کہ وہ تابش کو اس کے گھر کا ایڈریس دے چکی ہے۔ حبہ پاپا کے پاس آئی تھی۔

"او کے پاپا! چلتی ہوں اپنا خیال رکھیے گا۔ میں صبح جلدی آجاؤں گی۔"

"اللہ تمہیں خوش اور آباد رکھے" اس کا منہ چومنے کے بعد کتنی دیر اسے سینے سے لگائے رکھا۔

"ہم آپ کو گھر لے جائیں گے۔" وہ ان سے الگ ہو کر گیلی آنکھوں کے ساتھ بولی۔

"ہاں اب گھر کو دل کرتا ہے۔ دراب نہیں آئے گا تمہیں لینے۔"

"پاپا! آج انہیں ضروری کام سے جانا تھا۔" وہ یہ بات چھپا گئی کہ آج اسے پولیس اسٹیشن جانا تھا۔ وہ بھی ہماری وجہ سے ورنہ اسے احسان مندی پر ایک اور طویل لیکچر ملتا۔

"حبہ!" وہ مڑنے لگی جب انہوں نے اسے دوبارہ پکارا۔

"جی پاپا!" وہ دوبارہ ان کے قریب بیٹھ گئی۔

"تم خوش ہو نا؟" وہ بہت غور سے اس کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔

"جی!" وہ سر جھکا کر ایک لفظ بولی۔

"مجھ سے ناراض تو نہیں کہ میں نے تمہیں مجبور کیا اس شادی کے لیے۔ میں جانتا ہوں۔ یہ سب قبول کرنا تمہارے لیے بہت مشکل تھا۔ لیکن میری مجبوری تھی کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے بعد تم اکیلی رہ جاؤ میرے بعد جب اکیلی رہ جاتیں تو تمہیں ندیم قریشی جیسے کئی درندے ملتے تم نہیں لڑ سکتی تھیں اور تابش اگر ذرا بھی بڑے ظرف کا مظاہرہ کرتا تو میں کبھی تمہاری مرضی کے خلاف فیصلہ نہ کرتا۔ جو بات میں نے دراب سے کی تھی وہی بات میں نے تابش سے بھی کی تھی' لیکن میرا مان دراب نے رکھا اس نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا۔ کر سکتا تھا' وہ تو تمہیں جانتا تھا نہ تمہارے ماضی کو۔ جبکہ تابش تو تمہیں بچپن سے جانتا تھا۔"

"میں سمجھتی ہوں پاپا۔"

"تو پھر تم خوش کیوں نہیں لگتیں۔ تمہارے اور دراب کے چہرے پر مجھے وہ رونق کیوں نظر نہیں آتی جو ہونی چاہیے' میں دن رات اب تمہارے ساتھ ساتھ خود کو دراب کا بھی مجرم محسوس کرتا ہوں۔ وہ میرا محسن تھا اور میں نے اس کی اچھائی کا فائدہ اٹھالیا۔ اس سے کچھ بھی نہ پوچھا۔ اپنا مسئلہ اس کے سامنے رکھ دیا۔ کیا پتا اس کی کہیں کمٹمنٹ ہو۔ وہ کسی کو پسند کرتا ہو۔"

"پاپا آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں۔ ایسا کچھ نہیں۔ دراب میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔ وہ میرے ساتھ بہت اچھے ہیں۔" اور یہ دو باتیں اس نے واقعی دل سے کہیں تھیں۔

"اور کیا دراب تم سے خوش ہے۔" حبہ کچھ لمحوں کے لیے بول ہی نہیں سکی۔

"یہ بات میں اس کے منہ سے بھی سننا چاہتا ہوں۔ نہیں تو میرے دل پر بوجھ رہے گا۔" وہ سر جھکائے ان کے کمزور ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔

"اچھا اب تم جاؤ اور دراب سے کہنا' مجھ سے ملے۔"

"جی!" وہ افسردہ دل سے وہاں سے اٹھی تھی۔

پاپا کی باتوں نے اسے پریشان کردیا تھا۔ بمشکل ان کی طبیعت سنبھلی تھی اگر دراب نے ان سے کچھ کہہ دیا تو؟ یہی سوچ کر وہ سارا راستہ پریشان رہی۔ فلیٹ کی ایک چابی اس کے پاس تھی اس نے چابی گھما کر دروازہ کھولا تو اسے جھٹکا لگا۔ سب لائٹس آن تھیں ٹی وی چل رہا تھا "او میرے خدا!" وہ پریشان ہو کر آگے بڑھی اور اسٹینڈ میں سے سب سے بڑا چاقو اٹھا کر باہر نکلی۔ دل کی دھڑکن اتنی تیز تھی کہ ہاتھ پاؤں بھی ہلکے ہلکے کانپ رہے تھے صاف پتا چل رہا تھا کہ گھر میں کوئی گھس آیا تھا۔ وہ دبے قدموں سے بیڈ روم کی طرف بڑھی۔ الماری کے دونوں پٹ کھلے تھے۔

"او میرے اللہ!" اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"چور آیا تھا۔" پہلا خیال یہی اس کے ذہن میں آیا۔ باتھ روم کے دروازے کے قریب ہل چل محسوس ہوئی تھی' وہ ایک دم دیوار سے جا لگی اور چاقو کو مضبوطی سے تھام لیا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اس کے ہاتھ میں کانپ رہا تھا۔ باتھ روم کا دروازہ کھلا۔ ساتھ ہی اس کا ہاتھ حرکت میں آیا لیکن دوسری طرف شاید کوئی اس سے بھی زیادہ الرٹ تھا۔ اس نے نہ صرف اس کا چاقو والا ہاتھ اپنی گرفت میں لیا تھا بلکہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے مضبوطی سے جکڑ لیا۔ سب کچھ اتنی اچانک اور تیزی سے ہوا کہ وہ کوئی مزاحمت کیے بغیر ہکا بکا اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ پہلی بار اس نے اسے اتنے قریب اور غور سے دیکھا تھا' وہ شاید شاور لے کر نکلا تھا کندھوں پر تولیہ لٹکا تھا۔

"اچھا تو میرے قتل کے لیے یہ طریقہ سوچا گیا ہے۔" اس کے چہرے پر سے نظریں ہٹا کر اس نے اس کا چاقو والا ہاتھ مزید اونچا کیا۔ وہ کبھی بھی کسی سچویشن میں اتنی نروس نہیں ہوئی جتنی اب ہو رہی تھی۔ ایک تو اس کی انتہائی قربت' دوسرا قتل کا الزام' وہ بولنے کی کوشش میں ہکلا کر رہ گئی۔

"نہیں میں تو یہ۔"

"کیا میں تو۔" وہ اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ مزید اس کے چہرے کی طرف جھکا۔

"پلیز آپ مجھے چھوڑیں۔" پتا نہیں اس کی قربت نے اسے اتنا نروس کیوں کردیا تھا کہ وہ بات نہیں کرپارہی تھی۔

"نہیں۔ پہلے جواب دو۔ کیا پتا' میں تمہیں چھوڑوں اور تم چاقو سیدھا میرے پیٹ میں گھسا دو۔" وہ اس کے سینے پر ہاتھ مار کر اسے دھکیلنا بھی نہیں چاہتی تھی کیونکہ وہ شرٹ کے بغیر تھا اسے کچھ اور سمجھ نہیں آیا تو اس نے رونا شروع کردیا۔ دراب کی مسکراہٹ سکڑ گئی اور ہونٹ بھنچ گئے تھے اس نے اس کی کمر کے گرد سے بازو ہٹانے کے ساتھ اس کا بازو بھی چھوڑ دیا تھا۔

"سوری۔ میں مذاق کررہا تھا۔" وہ سنجیدگی سے کہتا ہوا بیڈ روم میں چلا گیا اور اس کے یوں چھوڑ کر جانے پر نا جانے کیوں اسے اچھا نہیں لگا تھا۔ چند منٹوں بعد جب وہ واپس آیا تو ٹی شرٹ کے ساتھ بال بھی سیٹ ہو چکے تھے' وہ ابھی تک وہی کھڑی تھی۔ وہ ایک نظر اسے دیکھ کر کچن کی طرف مڑ گیا۔

حبہ نے دزدیدہ نظروں سے اسے دیکھا اور پھر دھیرے دھیرے چلتی ڈائننگ ٹیبل کے پاس کھڑی ہوگئی۔

"میں جب گھر آئی تو سب لائٹیں آن تھیں جبکہ میں بند کرکے گئی تھی اور آپ بھی اتنی جلدی نہیں آتے۔ میں سمجھی گھر میں کوئی گھس آیا ہے۔"

"تو تمہیں لگا تم چاقو سے اسے ڈرا لوگی۔" وہ شرارتی انداز میں بولتا ہوا اس کی طرف مڑا اور چائے کا مگ اس کی طرف بڑھایا "تم روئی کیوں تھیں۔" وہ کپ تھامے پوچھ رہا تھا اور اس کا جواب تو وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔

"بولو۔" اس نے اب بھی کپ کا سرا نہیں چھوڑا تھا۔

"میں ڈرتی تھی۔" حبہ کی نظریں بے ساختہ اٹھی تھیں اور اس کا یوں دیکھنا اس کے سوال کا جواب دے گیا تھا۔ اس نے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ کپ چھوڑ دیا اور کاؤچ پر بیٹھ کر ٹی وی آن کرلیا اور وہ کتنی دیر یونہی کھڑی رہی۔

"آجاؤ حبہ! ڈرنا تو مجھے تم سے چاہیے اور ڈر تم رہی ہو۔" اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تو اتنی دیر میں وہ خود کو کافی حد تک سنبھال چکی تھی۔ مگ لے کر اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔

"پاپا آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔" وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولی۔

"میں انکل سے مل کر ہی آیا ہوں۔" وہ بھی ٹی وی پر سے نظریں ہٹائے بغیر بولا۔ فون رنگ پر اس نے موبائل اٹھایا اور اٹھ کر بیڈ روم میں چلا گیا کچھ دیر بعد جب وہ واپس آیا تو کہیں باہر جانے کے لیے تیار تھا۔

"گھر میں کھانا پکا ہے پھر بھی اگر کچھ اور منگوانا ہے تو بتادو۔" وہ گھڑی کی چین بند کرتے ہوئے بولا۔

"نہیں۔"

"ہوں!" اس نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا' جانے کیوں اس کے چہرے مسکراہٹ دوڑ گئی "مجھے آنے میں دیر ہوجائے گی' فکر کرنے کی ضرورت نہیں' یہاں باہر گارڈز ہیں۔ کوئی یونہی اندر نہیں آسکتا۔ تم کھانا کھا کر سوجانا میں لیٹ آؤں گا۔"

"کتنا لیٹ۔؟" وہ دروازہ کھولتے ہوئے رکا۔

"تم کہو تو نہیں جاتا۔" بات ایسی تو نہیں تھی پر ایک سنسنی سی اس کے سارے وجود میں دوڑ گئی۔

"آپ جائیں۔"

"مجھے پتا تھا۔ تم مجھے نہیں روکو گی۔" دراب کی مسکراہٹ گہری تھی۔

"اوکے اللہ حافظ!" وہ دروازہ بند کرکے نکل گیا۔

وہ کتنی دیر تک بے مقصد ٹی وی دیکھتی رہی یہاں تک کہ آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں۔ رات کا ایک بج رہا تھا۔ ایک دفعہ تو اس نے سوچا فون کرکے پوچھ لے لیکن پھر خود ہی اس خیال کو جھٹک دیا اور کشن صوفے پر رکھ کر لیٹ گئی۔ اتنی رات کو وہ کہاں اور کس کے ساتھ ہوگا' یہ آخری خیال تھا اس کے بعد اس کی شاید آنکھ لگ گئی تھی۔ آنکھ تب کھلی جب دراب اس کو آواز دینے کے ساتھ کندھے سے بھی ہلا رہا تھا۔ وہ گھبرا کر تیزی سے اٹھی اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"تم منہ ہاتھ دھولو' ہمیں جانا ہے۔" وہ بہت سنجیدہ لگ رہا تھا۔

"کہاں جانا ہے؟" وہ اب بھی نیند میں تھی۔

"بتاتا ہوں' تم جلدی سے تیار ہوجاؤ۔" وہ جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر بالوں میں الٹا سیدھا برش کرکے باہر آگئی۔ دراب نے اس کے کپڑوں کو دیکھ کر ٹوکنا چاہا۔ لیکن پھر سر جھٹک کر باہر نکل گیا۔ اور وہ بھی تقریباً بھاگتے ہوئے اس کے پیچھے آئی تھی۔ نیچے اس کا دوست فیروز گاڑی میں ان کا منتظر تھا' وہ منہ بند کیے مسلسل ان دونوں کو دیکھ رہی تھی جو بے حد سنجیدہ تھے۔

"آپ مجھے کچھ بتائیں گے ہم کہاں جارہے ہیں۔"

"ہم اسپتال جارہے ہیں۔" آخر دراب کو کہنا پڑا اور وہ جو پہلے ہی کچھ عجیب سے احساس سے دوچار تھی' اس کا رنگ بالکل سفید پڑ گیا تھا۔

دراب نے مڑ کر اسے دیکھا "پریشانی والی بات نہیں انکل کی طبیعت کچھ خراب ہے تو اسپتال سے فون آیا ہے۔" اب کے وہ کچھ نہیں بولی تھی۔ اسپتال آنے پر وہ یونہی گم صم گاڑی سے اتری تھی۔

حمید اللہ انکل وہاں پہلے سے موجود تھے۔ دراب اور فیروز تیزی سے ان کی طرف بڑھے تھے۔

"ان کو اچانک انٹرنل بلیڈنگ شروع ہوگئی ہے اور بہت کوشش سے بھی بند نہیں ہو رہی۔ ہم کوشش کررہے ہیں لیکن امید کم ہے۔" ڈاکٹر نے باہر آکر بتایا تھا۔ دراب اور حمید اللہ نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا۔ اس کی شکل دیکھ کر اسے اندازہ ہوگیا وہ سب سن چکی ہے وہ اس وقت اسے جھوٹی تسلی دینے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا وہ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

صبح سے دوپہر ہوچکی تھی وہ یونہی گم صم بینچ پر بیٹھی تھی۔

"حبہ! تھوڑا سا جوس پی لو۔" دراب اس کے پاس آیا تھا۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا۔"

"دل یہاں کسی کا دل نہیں چاہ رہا۔ لیکن جلنے اور کام کرنے کے لیے کچھ کھانا ضروری ہے۔ انکل ٹھیک ہوجائیں گے۔ تم شاباش ہمت کرو۔"

اس نے کہہ کر جوس کا گلاس اس کے ہونٹوں سے لگایا تین گھونٹ لینے کے بعد اس نے گلاس ہٹا دیا تھا۔ اس نے ٹرے رکھ کر بینچ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ حبہ نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"آپ نے کچھ کھایا؟"

"ہوں۔" اس نے یونہی آنکھیں بند کیے جواب دیا لیکن اس کے چہرے کی تھکن سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس نے بھی کچھ نہیں کھایا۔

"آپ پاپا سے ملے تھے۔ انہوں نے آپ سے کچھ کہا تھا؟" دراب نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"وہ بہت خوش تھے' میں نے ان سے کہا تھا' میں انہیں کل گھر لے چلوں گا اور بس یہی کہا تمہارا بہت خیال رکھوں۔"

"تو آپ نے کیا کہا؟" وہ ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔ دراب نے گہرا سانس لیا۔

"یہی کہ میں نے حبہ کی ذمہ داری لی ہے تو اسے ضرور نبھاؤں گا۔ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔" حبہ خاموش ہو گئی۔

وہ دونوں ہی کتنی دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ پھر دوبارہ حبہ ہی بولی تھی "پاپا ٹھیک ہو جائیں گے نا۔"

دراب نے اس پر سے نظریں ہٹالیں "ڈاکٹر کوشش کر رہے ہیں۔"

"اور اگر وہ ٹھیک نہ ہوئے تو۔" اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ دراب نے بے ساختہ نظریں چرائی تھیں۔

اس نے ڈاکٹر نرس کو بھاگتے دیکھا وہ دونوں گھبرا کر ICU کی طرف بڑھے۔ منظور صاحب کی ساری چادر خون سے بھری تھی "راستہ دیں۔" نرس کے ساتھ تین ڈاکٹرز اور اندر داخل ہوئے تھے۔ ڈاکٹر کے باہر آتے ہی سب کی نظریں ڈاکٹر پر ٹھہر گئیں "آئی ایم سوری۔" ڈاکٹر کے تین لفظ ان کو بتانے کے لیے کافی تھے کہ کیا ہو گیا ہے۔

دراب کی نظریں حبہ کی طرف اٹھی تھیں جسے سکتہ ہو گیا تھا۔ سب رو رہے تھے سوائے اس کے' سب سے پہلے نادیہ نے اسے گلے لگایا اور ساتھ لگتے ہی وہ اس کے بازوؤں میں جھول گئی۔

☆ ☆ ☆

وہ حمید انکل کے گھر تھی۔ بس وہ اور خالہ کی فیملی رہ گئی تھی۔ دراب نے صبح سے اس کا چہرہ نہیں دیکھا اور پتا نہیں کیوں اسے لگتا تھا کہ وہ اس کو ٹوٹا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔

"دراب بھائی!"

"ہوں۔" نادیہ کے پکارنے پر اس نے اپنی جلتی ہوئی آنکھوں کو کھولا۔

"آپ کے لیے کچھ کھانے کو لاؤں۔"

"نہیں۔"

"آپ تھوڑا آرام کر لیتے۔ کل رات سے جاگ رہے ہیں۔" نادیہ کو اس کی لال آنکھیں مرجھایا ہوا چہرہ دیکھ کر ترس آیا تھا۔

"ہوں' حبہ ٹھیک ہے؟"

"نہیں' نہ کچھ کھاتی ہے اور نہ روتی ہے۔ آپ مل لیں ایک بار اس کو۔ بولی تو نہیں پر مجھے لگتا ہے' وہ آپ کو ڈھونڈ رہی تھی۔"

دراب نے گہرا سانس لیا اور کھڑا ہو گیا۔ وہ کمرے میں آیا تو اس کے اردگرد اس کی خالہ' اس کی کزن اور نادیہ کی بہنیں تھیں اور دوسرے کونے میں تابش اور حمید اللہ انکل کھڑے تھے سب آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے جبکہ وہ ایک ٹک چھت کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے اندر داخل ہونے پر سب سے پہلے حمید اللہ انکل نے دیکھا تھا۔

"آؤ دراب۔" چھت کی طرف دیکھتی اس کی نظریں بے ساختہ دروازے کی طرف گئی تھیں' وہ بس اس کی طرف دیکھتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ پہلے اس کی آنکھیں نم ہوئیں اور پھر ان سے آنسو قطرہ قطرہ گرنے لگے۔ اس نے بے ساختہ ہاتھ دراب کی طرف بڑھایا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس کا ہاتھ تھام کر اس کے قریب بیٹھ گیا اور بہت آہستگی سے اس کے گالوں پر گرتے آنسو صاف کیے بس اتنا احساس اور وہ اس کے سینے سے لگ کر بلک اٹھی تھی۔ غیروں کی بھیڑ میں بس وہی ایک اپنا لگا تھا۔ وہ کیوں بھول گئی وہ اکیلی' بے سہارا نہیں۔ پاپا اس کو مضبوط ہاتھوں میں سونپ کر گئے ہیں۔ تابش نے ایک ناگوار نظر دونوں پر ڈالی اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

دو ماہ گزر گئے تھے' لیکن ایسا لگتا تھا جیسے کل کی بات ہو' کتنی حیرت کی بات ہے نا اس سے پہلے کبھی اس نے دراب کی پروا نہیں کی تھی۔ دھیان تو اب بھی نہیں رکھتی تھی

وہ ہی اس کی پروا کرتا تھا، لیکن اب اسے اس کا انتظار رہتا تھا۔ ان کے درمیان جو نوک جھونک رہتی تھی۔ وہ بھی ختم ہوگئی تھی۔ عجیب سی خاموشی تھی، ایسی خاموشی جو ہولا دیتی تھی ہر پل یہ خوف کہ ابھی وہ اس سے کہے گا کہ وہ جو کمٹمنٹ تھی۔ وہ تو ختم ہوئی اب تم آزاد ہو تو کیا وہ آزادی سے ڈرتی تھی۔ وہ تو اس لیے اس کا سامنا نہیں کرتی تھی تو وہ کیوں اس سے کترا رہا تھا۔ کیا وہ اس سے کہنے میں ہچکچا رہا تھا۔ ہاں اس میں موت بھی تو بہت تھی۔ اس نے گہرا سانس لے کر سوچا۔

"السلام علیکم!" وہ اپنے خیالوں میں اتنی مگن تھی کہ اس نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی ہی نہیں۔

"کیا ہو رہا تھا؟"

"کچھ نہیں۔ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔" اس کے کہنے پر اس نے اسکرین کی طرف دیکھا جہاں ریسلنگ لگی تھی۔ دراب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی تھی۔

"ریسلنگ پسند ہے تمہیں؟" حبہ نے چونک کر اسکرین کی طرف دیکھا اور دو گینڈے کی جسامت والے آدمیوں کو آپس میں گتھم گتھا دیکھ کر وہ اچھی خاصی شرمندہ ہوئی۔

"میں یہ نہیں دیکھ رہی تھی۔" اس نے چینل بدل دیا۔ اگلا اس سے بھی زیادہ شرمندہ کر دینے والا تھا۔ انگریزی مووی کا رومانٹک سین چل رہا تھا۔

"اچھا تو یہ دیکھ رہی تھیں۔" دراب کو اس کی شکل دیکھ کر مزہ آیا تھا۔ حبہ نے ٹی وی ہی بند کر دیا۔

"چائے بناؤں؟" اپنی جھینپ مٹانے کے لیے وہ فوراً کھڑی ہوئی تھی۔

"نہیں۔ ہم باہر چل رہے ہیں۔ آج کھانا باہر کھائیں گے اور شاپنگ بھی۔"

"میں نے کھانا بنایا ہے۔"

"لیکن میرا موڈ ہے آج باہر کھانے کا۔ جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

"میں تیار ہی ہوں۔" اس نے ہاتھوں سے کپڑوں کی سلوٹیں دور کرنے کی کوشش کی۔

"تمہارے پاس اور کوئی کپڑے نہیں۔ ٹوٹل چار سوٹ ہیں جن کے رنگ اور ڈیزائن تک مجھے یاد ہو گئے ہیں۔ ہمیں ساتھ رہتے تین ماہ بیس گھنٹے اور اٹھارہ سیکنڈ ہو چکے ہیں پر تم نے کبھی کوئی اچھا سوٹ پہن کر میک اپ کر کے مجھے ویل کم نہیں کیا۔" حبہ تو اس کے حساب کتاب پر حیرت کے مارے کتنی دیر اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"میں آتی ہوں۔" وہ تیزی سے پلٹی تھی۔ الماری کھول کر اس نے اپنی طرف سے بہترین سوٹ کا انتخاب کیا تھا شیشے کے آگے لپ اسٹک لگاتے ہوئے اس کے ہونٹ خود بخود مسکرا رہے تھے۔ اس نے بالوں کو برش کیا ایک تنقیدی نظر خود پر ڈالی اور باہر آگئی وہ اسی کے انتظار میں تھا۔

"گڈ!" اتنی تیاری کے بعد صرف یہ لفظ وہ جی بھر کر بدمزہ ہوئی اور ایسے تاثرات اس کے چہرے پر بھی صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اپنی مسکراہٹ چھپانے کے لیے دراب کو جھک کر چابی اٹھانی پڑی تھی۔

"چلو۔" اس کو رکا دیکھ کر وہ بولا تو وہ منہ بناتی ہوئی اس کے پیچھے چل پڑی۔ وہ لفٹ کھلنے کے انتظار میں کھڑے تھے، جب سامنے فلیٹ کا دروازہ کھلا تھا۔

"ارے لیڈ کلر!" وہ دونوں ایک ساتھ مڑے تھے۔

"سلمٰی آنٹی کیسی ہیں آپ؟"

"میں تو ٹھیک ہوں۔"

"انکل کیسے ہیں؟" وہ اسے انکل کی باتیں سنانے لگیں۔ کافی باتونی خاتون لگتی تھیں تب ہی انہوں نے حبہ کی موجودگی کو محسوس کیا تو ان کی زبان کو بریک لگے۔

"یہ پریٹی گرل کون ہے کوئی گرل فرینڈ؟" ان کے کہنے پر دراب نے دل کھول کر قہقہہ لگایا جبکہ حبہ نے کھا جانے والی نظروں سے دراب کو دیکھا۔

"ارے نہیں آنٹی! یہ مسز ہے میری۔"

"اوہ۔" انہوں نے غور سے اسے دیکھا۔ "بڑی پیاری ہے۔" انہوں نے آگے بڑھ کر اسے پیار کیا۔

"بہت سی لڑکیوں کے دل ٹوٹ گئے ہوں گے۔"

"آج فیروز سے کہا اپنی گاڑی مجھے دے دو، ہمیں کینڈل لائٹ ڈنر کے لیے باہر جانا ہے۔" وہ خاموش رہی تھی۔ گاڑی ایک بڑے ریسٹورنٹ کے آگے رکی تھی۔

"اندر چلیں یا باہر ہی بیٹھیں۔ ویسے تو باہر کا موسم بھی کافی اچھا ہے۔" دراب نے اوپن ایر میں بیٹھے لوگوں پر نظر ڈال کر کہا تو حبہ نے سرسری سی نظر سامنے ڈالی جہاں ایک ٹیبل پر چند لڑکیاں بیٹھی دراب کو دیکھ رہی تھیں اور ان کی نظریں۔ حبہ کے ہونٹ بھینچ گئے۔ تب ہی اس کی نظر تابش پر پڑی جو وہاں ایک لڑکی کے ساتھ موجود تھا اور اس

کی نظریں بھی ان پر تھیں یعنی اس نے ان کو دیکھ لیا تھا۔

"اندر چلتے ہیں۔" حبہ نے جیسے دراب کی مشکل آسان کردی تھی۔ کرسی پر بیٹھتے ہی دراب نے سکون کا سانس لیا۔

"دیکھو ہم نے کیا کھانا ہے۔" وہ کارڈ پر نظریں دوڑاتا ہوا بولا جبکہ وہ بڑے غور سے اس لیڈی کلر کو دیکھ رہی تھی' وہ واقعی اتنا ہینڈسم تھا کہ لڑکیاں اسے مڑ کر دیکھیں' لیکن اسے اتنا برا کیوں لگ رہا تھا۔ دراب نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر چونک گیا۔

"کیا ہوا' زیادہ بھوک لگی ہے۔" وہ مسکرا کر بولا اور پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"مجھے ایسے دیکھ رہی ہو جیسے کچا چبا جاؤ گی۔ کیا ہے حبہ! اتنی ناراضی سے کیوں دیکھ رہی ہو۔" آخر اسے اپنی مسکراہٹ کو سمیٹ کر پوچھنا پڑا۔

"آپ مجھے صاف بتائیں' آپ کی کتنی گرل فرینڈز تھیں۔"

"توبہ!" اس نے مینو کارڈ ٹیبل پر رکھا۔ "تم مذاق کو بھی اتنا سیریس لے لیتی ہو۔"

"پھر ان آنٹی نے کیوں کہا؟"

"وہ مجھے چڑا رہی تھیں حبہ بس اور یار! میری گرل فرینڈ کیسے ہوسکتی ہے میں ٹھہرا غریب بندہ' شکل اچھی ہونے سے کیا ہوتا ہے' آج کل لڑکیاں امیر آدمیوں کو پسند کرتی ہیں جو انہیں عیش کرواسکیں۔ اپنی مثال لے لو' تمہیں بھی تو امیر لڑکا چاہیے تھا چاہے وہ تمہارے ساتھ نہ مخلص ہوتا نہ میری طرح تمہارا خیال رکھتا۔ تمہیں بھی تو میری قدر نہیں نا۔ کیوں کہ میرے پاس دولت نہیں' اعلا ڈگری نہیں۔ معمولی ٹیکسی ڈرائیور ہوں اور میں تو یہاں آنا افورڈ بھی نہیں کرسکتا۔ تمہاری خوشی کے لیے آیا ہوں۔ تمہیں پسند ہے نا اور اگر تمہاری شادی تابش سے ہوئی ہوتی تو وہ تمہاری ہر ضرورت پوری کرسکتا تھا۔"

حبہ اس کا چہرہ دیکھتی جارہی تھی۔ اس نے آنکھیں جھپک کر بہت کوشش کی' آنسو باہر نہ آئیں' لیکن وہ ضبط نہ کرسکی۔ سچ کڑوا ہوتا ہے اور اسی نے یہ سب دراب سے کہا تھا اور اب جب وہ یہ سب باتیں اسے لوٹا رہا تھا تو اس کے دل پر تیر کی طرح لگ رہی تھیں۔ وہ ایک دم کرسی دھکیل کر اٹھی تھی۔ اسے نہیں پتا تھا کہ اردگرد لوگ اسے دیکھ رہے ہیں وہ تیز تیز چلتی جارہی تھی۔ آنسوؤں نے اس کا چہرہ بھگو دیا تھا۔ باہر نکلتے ہوئے وہ اندر آتے تابش سے بری طرح ٹکرائی تھی اور وہ اسے یوں دیکھ کر بے حد حیران ہوا تھا۔ حبہ نے اسے دیکھا' یوں جیسے پہچانتی نہ ہو اور تیزی سے اس کے قریب سے گزر گئی۔ دراب کو بالکل بھی اس کے اتنے شدید ری ایکشن کا اندازہ نہیں تھا وہ بھی اس کے پیچھے بھاگا تھا۔ اس کو بھاگتے دیکھ کر حبہ کے پیچھے جاتا تابش بے اختیار رکا تھا۔

"حبہ!" اس نے ایک دم اس کا بازو تھام کر اس کا رخ اپنی طرف کیا تھا۔

"حبہ! یہ کیا حرکت ہے؟"

"چھوڑیں مجھے۔ بہت بری ہوں میں' پتا ہے مجھے۔ آپ مجھے چھوڑنا چاہتے ہیں۔ صاف کیوں نہیں کہتے ایسے گھما پھرا کر طنز کیوں کرتے ہیں' اتنی انسلٹ کرنے کا آپ کو کوئی حق نہیں۔"

"چلو۔" وہ اسے کھینچتا ہوا گاڑی تک لے آیا۔ تابش نے ان دونوں کو دور سے بحث کرتے دیکھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا حبہ کے رونے کی وجہ' لیکن اس کو ابھی اپنی ہونے والی منگیتر کے پاس جانا تھا جو اس کے انتظار میں بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔

گاڑی میں صرف اس کے رونے کی آواز آرہی تھی جو دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے روئے جارہی تھی۔ دراب کچھ دیر تو اس کے خاموش ہونے کا انتظار کرتا رہا' لیکن جب کافی دیر تک وہ چپ نہیں ہوئی تو اسے بولنا پڑا۔

"حبہ پلیز' چپ کرجاؤ۔" وہ سامنے دیکھتے ہوئے بے بسی سے بولا پھر اس نے گاڑی ایک طرف روک دی۔

"اوکے۔ آئی ایم سوری۔ میری غلطی ہے' میں مذاق کررہا تھا۔"

"یہ مذاق تھا۔" وہ یونہی منہ پر ہاتھ رکھے بھاری آواز میں بولی۔

"انسلٹ کی ہے آپ نے میری۔"

"میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ تمہاری انسلٹ کروں۔ میں کیوں تمہیں چھوڑنا چاہوں گا' میں تو....."

"پھر آپ نے وہ سب کیوں کہا؟" وہ منہ بسور کر بولی۔

"کیونکہ میں تمہیں وہ سب تو نہیں دے سکتا نا جو تمہاری خواہش تھی اور پھر تم ڈیزرو بھی کرتی ہو۔" وہ افسردہ ہو کر بولا۔

"میں نے کبھی آپ سے شکایت کی' میں نے جو کہا پہلے

کہا "کیونکہ پہلے مجھے پتا نہیں تھا۔ حقیقت کیسی ہوتی ہے۔"

"لیکن پھر بھی حبہ! اگر تم چاہو تو تمہیں سب مل سکتا ہے، لیکن....." اس نے فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"لیکن کیا؟" حبہ نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"لیکن تمہیں مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔"

"مجھے کچھ نہیں چاہیے۔" وہ کرسی کی بیک سے ٹیک لگا کر بولی دراب نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا جہاں مسکراہٹ تھی۔

"محبت تو نہیں کرنے لگی ہو مجھ سے؟" دراب کی آواز گاڑی کی خاموشی میں گونجی تو اسے لگا دل کے چاروں کونوں میں اس کی بازگشت سنائی دی ہے اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا اس نے جواب دیے بغیر سی ڈی پلیئر آن کردیا اور دوبارہ آنکھیں بند کرلیں۔ دراب نے اس پر ایک نظر ڈالی اور مسکرا دیا عجیب سے انداز میں۔

☆ ☆ ☆

صبح وہ خاموشی سے نکل گیا تھا اب رات ہو رہی تھی چل چل کر اس کی ٹانگیں شل ہو گئی تھیں۔ اسے خود پر غصہ آرہا تھا کہ اتنا اوور ری ایکٹ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ پتا نہیں کہیں ناراض ہو کر وہ اسے چھوڑ کر تو نہیں چلا گیا۔

یہ خیال اسے ڈرانے کے لیے کافی تھا۔ وہ اسے فون کرنے والی تھی جب لاک کھلنے کے بعد دروازہ بھی کھلا اور وہ کچھ شاپرز سمیت اندر داخل ہوا اور اسے دیکھتے ہی وہ پھٹ پڑی تھی۔

"کہاں گئے تھے آپ؟ بتا کر نہیں جا سکتے تھے۔ پتا ہے میں کتنی پریشان ہو گئی تھی۔" اس نے ہاتھ میں پکڑے شاپرز صوفے پر رکھے اور خود بھی گرنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تم ناراض جو تھیں مجھ سے۔ تمہیں بلا کر اور باتیں سنتا۔"

"آپ تو ایسے بات کرتے ہیں جیسے دنیا کی ساری بدتمیزی مجھ میں ہے۔ میں ایک ظالم خون پینے والی چڑیل ہوں اور آپ معصوم مظلوم جن کے منہ سے صرف پھول جھڑتے ہیں۔ بڑا ظلم ہو رہا ہے آپ پر۔"

"اب اب دیکھو تم خود ہی اپنے آپ کو چڑیل کہہ رہی ہو۔"

"ہاں۔ آپ کو میں چڑیل ہی لگتی ہوں گی، حور پریاں تو وہ گرل فرینڈز ہی لگتی ہوں گی۔" اس کے جلے ہوئے انداز پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"کھانا لگا رہی ہوں۔ آجائیں۔" وہ کچن کی طرف جاتے ہوئے بولی۔

"میں نے کبھی کھانا نہیں بنایا۔ آج آپ کے لیے اسپیشل کھانا بنایا تھا۔ وہ بھی ٹی وی سے ریسیپی نوٹ کر کے۔" وہ کھانا ٹیبل پر لگا چکی تھی۔ "اور آپ مجھے طنز کرتے ہیں۔"

وہ ہاتھ دھو کر ٹیبل تک آگیا تھا۔

"خوشبو تو بہت اچھی آرہی ہے۔" وہ چٹخارا لے کر بولا۔

"اتنی محنت سے بنایا ہے۔ دو دفعہ تو میرا ہاتھ جلا۔" وہ اپنا ہاتھ دکھا کر بولی۔

"دکھاؤ!" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا جو واقعی سرخ ہو رہا تھا۔ "درد ہوا ہوگا؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"ہوا نہیں تھا ابھی بھی ہو رہا ہے۔" اس نے جتانا ضروری سمجھا تھا۔

دراب نے جھک کر اس کے ہاتھ کو چوما تھا۔ "اب نہیں کرے گا کیونکہ یہ پیار برنال سے اچھا کام کرتا ہے۔"

وہ تو کہہ کر پلیٹ میں سالن ڈالنے لگا جبکہ وہ وہیں ساکت کی ساکت رہ گئی۔

"تم بھی کھاؤ نا۔" وہ مصروف انداز میں کہتا ہوا شاید اسے نارمل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ جیسے سنبھل کر سالن ڈالنے لگی۔

"تم تو اتنا اچھا کھانا پکاتی ہو۔" وہ کھانا کھا کر بولا۔ "اس کا تو تمہیں انعام ملنا چاہیے۔" کھانا کھا کر وہ شرارتی انداز میں بولا۔

"نہیں، ٹھیک ہے۔" وہ ایک دم کرسی چھوڑ کر کچن کی طرف بھاگی تھی۔ وہ منہ بنا کر ٹی وی لاؤنج میں آگیا۔

"یہ تو دیکھ لو، جو تمہارے لیے اتنی خواری کے بعد لایا ہوں۔" اسے مسلسل کچن میں مصروف دیکھ کر اسے آواز لگانی پڑی اور حبہ جو فضول کی چیزیں چھیڑ کر بیٹھی تھی اسے باہر نکلنا ہی پڑا۔

حبہ نے شاپر میں جھانکا اس میں تین چار سوٹ تھے۔ وہ بھی ڈیزائنرز۔

"کیسے لگے؟" وہ اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"بہت خوب صورت ہیں۔" اسے واقعی پسند آئے تھے۔ "لیکن یہ تو بہت مہنگے ہوں گے۔"

"اف!" دراب نے گہرا سانس لیا۔ "تم قیمت کو چھوڑو۔ یہ بتاؤ، تمہیں پسند ہیں؟"

"پسند ہیں لیکن کیا ضرورت تھی، میرے پاس تھے۔"

"اوکے۔ میں کل واپس کر آؤں گا۔" وہ کہہ کر ٹی وی دیکھنے لگا۔

"اب اس میں ناراض ہونے والی کیا بات ہے۔"

"خوشی والی بھی کوئی بات نہیں لڑکیاں تو خوش ہوتی ہیں جب ان کو کوئی تحفہ ملتا ہے۔"

"آپ کو بڑا پتا ہے لڑکیاں کب خوش ہوتی ہیں اور کب ناراض؟"

"کیا کروں۔ لڑکیوں سے واسطہ ہی بہت پڑتا ہے۔" وہ پھر اسے چڑانے لگا تھا۔

"اب آپ میرا موڈ آف کر رہے ہیں۔"

"الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے میں موڈ خراب کر رہا ہوں اور جو تم نے کیا وہ۔"

"میں نے کیا کیا؟" وہ مسکرا کر معصومیت سے بولی تو دراب کچھ لمحوں کے لیے اس کے چہرے سے نظریں ہٹا ہی نہیں سکا۔

"کل فیروز کی طرف دعوت ہے۔ شام کو تیار رہنا اور یہ والا پہننا۔" اس نے میرون سوٹ کی طرف اشارہ کیا۔ دل کی آواز کو نظرانداز کرنے کے لیے وہ بات بدل گیا۔

"لیکن مجھے لگ رہا ہے یہ وائٹ زیادہ اچھا لگے گا۔" وہ سفید سوٹ کی قمیص ساتھ لگا کر اسے دکھاتے ہوئے بولی۔

"نہیں یہ میرون۔"

"نہیں یہ وائٹ۔"

"تم کبھی میرا کہنا نہیں مانتیں۔" دراب کو اس سے تکرار کرنے میں مزہ آتا تھا کیونکہ وہ بچوں کی طرح چڑتی تھی۔

"کب میں آپ کا کہنا نہیں مانتی۔" وہ ایک دم جذباتی ہو کر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"اچھا کب مانا ہے؟" وہ ابرو اچکا کر پوچھنے لگا۔

"آپ نے ایسا کیا کہا جو میں نے انکار کیا؟"

"ہوں اچھا۔ اب میں جو کہوں گا، وہ تم مانو گی۔" دراب نے کہنے کے ساتھ اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے تھے۔ حبہ دراب کا چہرہ دیکھنے لگی جس پر عجیب سے رنگ تھے، ایک تپش جو اس کو حصار میں لے رہی تھی۔

"اگر ماننے والی ہوئی تو۔" وہ نظریں جھکا کر ہاتھ کھینچنے لگی۔

"تم تو ابھی سے مکر رہی ہو پھر کہتی ہو۔ بات مانتی ہوں۔"

دراب مزید اس کے قریب آگیا تھا۔ اس کی پیش رفت پر اس نے روکا نہیں تھا، لیکن یہ فسوں چند لمحوں کا تھا فون کی بیل پہلی بار دراب کو زہر لگی تھی جبکہ حبہ کا سارا چہرہ دہک اٹھا تھا وہ ایک دم تیزی سے کھڑی ہوئی تھی کیونکہ فون اس کا بج رہا تھا۔ اسکرین پر آنے والے نمبر نے اسے حیران کیا تھا۔ اس نے فون آف کر دیا تھا۔

"کون تھا؟"

"تابش کا فون تھا۔" چینل بدلتے دراب کا موڈ نہ جانے کیوں خراب ہو گیا۔

"تو کر لو بات۔"

"میرا موڈ نہیں۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولی، دراب جانتا تھا اس تابش کو کس چیز کی کھجلی ہو رہی ہے۔ اس دن ریسٹورنٹ میں اس نے حبہ کو روتے ہوئے دیکھ لیا تھا اب داستان سنی ہو گی۔ حبہ کا موڈ اچھا ہو گیا تھا، وہ اسے کل والے سوٹ کے ساتھ میچنگ کا بتا رہی تھی جبکہ وہ اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔

کچن سے فارغ ہو کر اس نے شاور لیا اور دراب کی پسند کا ہو سوٹ اٹھاتے ہوئے مسکرا دی، جب وہ تیار ہو کر آئینے کے آگے کھڑی ہوئی تو کتنی دیر تک خود کو دیکھتی رہی۔

"مسٹر دراب! آج جب آپ مجھے دیکھو گے نا تو ساری لڑکیاں بھول جاؤ گے۔ ابھی میرے جلوے دیکھے کہاں ہیں۔" کانوں میں ایئر رنگ پہنتے ہوئے وہ اس سے خیالوں میں باتیں کر رہی تھی۔ آئی لائنر اور میچنگ لپ اسٹک کے ساتھ اس کا چہرہ دمک اٹھا تھا، خود کو دیکھتے ہوئے اس نے غور سے اپنی آنکھوں کو دیکھا اور مسکرا کر کاجل اٹھا لیا۔ کاجل لگتے ہی آنکھیں جیسے بول اٹھی تھیں وہ بڑے ناز سے مسکرائی تھی۔

دراب کے آنے کا وقت ہو گیا تھا۔ اس نے چائے کے ساتھ کباب اور نگٹس فرائی کیے اور ٹیبل پر سجا دیے۔ آج اس نے دراب پر حسن کے ساتھ اپنے سگھڑاپے کی بھی دھاک بٹھانی تھی۔ تصور میں وہ اس کا حیران چہرہ دیکھ

کر محظوظ ہو رہی تھی۔

بیل کی آواز پر وہ حیران ہوئی کیونکہ اس کے پاس چابی تھی، وہ چولہا بند کرکے دروازے کی طرف بڑھی۔ دوپٹا ٹھیک کرکے اس نے دروازہ کھولا لیکن سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اس کی مسکراہٹ سکڑ گئی تھی۔

"تم!" وہ ماتھے پر بل ڈال کر بولی جبکہ تابش اس کے چہرے پر سے نظریں ہٹانا بھول گیا تھا۔ حبہ نے ناگواری سے اسے دیکھا تو وہ چونکا۔

"اندر آنے کو نہیں کہو گی۔"

"نہیں، جو بھی بات کرنی ہے۔ یہیں بتاؤ۔"

"اتنی بے اعتباری حبہ! ہم کزن کے علاوہ منگیتر بھی رہ چکے ہیں اور پلیز بہت دور سے آرہا ہوں۔ گھر تو دشمن بھی آجائے تو اس سے ایسا سلوک نہیں کرتے اور میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔"

حبہ کو نہ چاہتے ہوئے بھی اسے راستہ دینا پڑا، لیکن دروازہ اس نے بند نہیں کیا۔

"ایک گلاس پانی ملے گا؟" صوفے پر بیٹھ کر اس نے کہا تو وہ کچن کی طرف مڑ گئی اور پانی کا گلاس لا کر اس کے سامنے رکھا۔ "اب جو کہنے آئے ہو جلدی کہو۔" وہ یونہی دوسرے صوفے کے پاس دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر کھڑی رہی۔

"تمہارا گھر کافی خوب صورت ہے۔"

"اطلاع دینے کا شکریہ۔" وہ بے مروتی سے بولی۔

"تم اب بھی مجھ سے ناراض ہو۔"

"تم یہ پوچھنے آئے ہو؟" حبہ نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"امی نے میری منگنی کردی ہے اور دو ماہ بعد میری شادی ہے۔"

"مبارک ہو۔"

"لیکن امی نے میرے ساتھ زبردستی کی ہے، میں اس رشتے سے خوش نہیں، میں آج بھی تم سے محبت کرتا ہوں اور ہر آنے والا وقت مجھے یہ احساس دلا رہا ہے کہ میں تمہارے بغیر خوش نہیں رہ سکوں گا۔" وہ کچھ نہیں بولی۔

"جو ہوا اس میں میرا کیا قصور تھا؟" حبہ نے غصے سے اسے دیکھا۔

"کیا قصور تھا۔ یہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو، میں اور میرا باپ کس طرح ذلیل ہوئے ایک سہارے کے لیے۔ کیا تم نہیں جانتے۔ جس وقت ہمیں تمہاری ضرورت تھی ہم کہیں منہ چھپا کر بیٹھ گئے تھے۔ تمہیں مجھ سے تعلق جوڑتے ہوئے اپنی عزت اور جان دونوں خطرے میں نظر آرہے تھے۔ آج تمہیں لگتا ہے۔ تم میرے بغیر خوش نہیں رہ سکتے۔ اس وقت میں تمہیں بدکردار نظر آرہی تھی۔ تم بزدلوں کی طرح ایک بدمعاش کے سامنے مجھے پھینک کر چلے گئے۔ لو بھائی لے جاؤ، پر مجھ پر ہاتھ نہ اٹھانا۔ میرا باپ تمہارے سامنے، تمہاری ماں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتا رہا، میری بیٹی سے نکاح کرلو۔ اس کو نام دے دو۔ سہارا دے دو۔ پر نہیں۔ اس وقت تم لوگ فرعون بن گئے تھے۔ آج کیسے محبت جاگی ہے۔ میں تو آج بھی وہی بقول تمہارے بدکردار ہوں۔"

اسے پتا ہی نہیں چلا اونچی اونچی آواز میں بولنے کے ساتھ اس کے آنسو بھی بہتے جارہے ہیں۔ آنکھوں کا کاجل جو کسی کو دیوانہ بنانے کے لیے سجایا تھا، وہ کسی کی بے رحم یادوں کی وجہ سے بہہ نکلا ہے۔ "مجھے اب کسی کی ضرورت نہیں، مرچکی ہیں میری ساری خواہشیں، اٹھ چکا ہے اعتبار اپنوں سے، میرا باپ مرگیا۔ اس کے ساتھ میں نے سارے رشتے دفنا دیے۔ میں بس ایک آدمی کو جانتی ہوں، وہ میرا شوہر ہے اور اب اس نے میرا اس وقت ساتھ دیا جب کوئی نہیں تھا۔"

"وہ شخص تمہارے قابل نہیں ہے حبہ! تم خود سوچو کیا وہ ذرا بھی تمہارے آئیڈیل سے میل کھاتا ہے؟ کیا تمہیں وہ سب خوشیاں دے سکے گا جو میں دے سکتا ہوں؟ وہ جتنا اچھا ہے وہ میں نے اس دن دیکھ لیا تھا جب تم ریسٹورنٹ سے روتی ہوئی نکل رہی تھیں اور کیسے اس نے گھسیٹ کر جانوروں کی طرح تمہیں گاڑی میں ڈالا تھا۔ مجھے تو تم پہلے بھی خوش نہیں لگتی تھیں۔ اس دن میں ساری رات سو نہیں سکا، میں نے تمہیں کتنے فون کیے، لیکن تم نے میری بات تک نہیں سنی۔ میں تمہیں اس درندے کے چنگل سے بچانا چاہتا ہوں جس کے ہاتھ میں انکل نے زبردستی تمہارا ہاتھ تھما دیا۔ مجھے ایک ان پڑھ شخص کی ذہنیت کا اندازہ ہے، وہ کس طرح تمہیں ٹارچر کرتا ہوگا۔ اب بھی سمجھ جاؤ حبہ! وہ تم سے محبت نہیں کرتا۔ اس وقت اس نے ترس کھایا تھا یا پتا نہیں اس کا کیا منصوبہ تھا۔ تم جیسی لڑکی کو پاکر تو اس کی لاٹری نکل آئی ہوگی وہ کیوں تمہیں چھوڑے گا، لیکن تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میں

ہوں ناں۔ تم نے بے شک ہمیں پرایا کردیا ہو، لیکن ہم آج بھی تمہیں اپنا سمجھتے ہیں۔ تمہاری پروا کرتے ہیں۔"

"تابش!" وہ چیخی۔ "ابھی اور اسی وقت نکل جاؤ یہاں سے۔" اس نے انگلی سے دروازے کی طرف اشارہ کیا تھا۔ وہ کھڑا ہوگیا۔

"تم جتنا مرضی مجھے دھتکار لو، لیکن میں بار بار آؤں گا' میں تمہیں اس ظالم انسان سے چھٹکارا دلا کر رہوں گا۔"

"تم نے سنا نہیں۔" وہ پھر چیخی۔

"چیخ کر تم چھپا نہیں سکتیں کہ تم آج بھی مجھ سے محبت کرتی ہو۔" وہ بھی ایک نمبر کا ڈھیٹ تھا۔

"دفع ہوتے ہو کہ کسی گارڈ کو بلاؤں۔" اب کی بار وہ نکل گیا تھا۔

وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگی پھر تیزی سے اٹھی اور باتھ روم میں جا کر اچھی طرح منہ دھویا' سارا کاجل پھیل کر اسے اچھا خاصا مضحکہ خیز بنا رہا تھا۔ اس نے ٹشو سے آنکھوں کو رگڑ کر صاف کیا۔ اور دوبارہ منہ دھو کر آئینہ دیکھا۔ سرخ چہرہ اس کے رونے کی چغلی کھا رہا تھا۔ وہ منہ تھپتھپاتی ہوئی باہر نکلی تو دراب کو صوفے پر بیٹھا دیکھ کر ٹھٹک کر رک گئی۔ وہ ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔

"آپ!" وہ تھوک نگل کر بولی' اس کی کیفیت ایسی تھی جیسے چوری کرتے پکڑی گئی ہو۔

"ہاں میں۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ "تمہیں کیا ہوا؟"

"مجھے۔ کچھ بھی نہیں۔" وہ تیزی سے کچن کی طرف گھومی اور پانی کا گلاس لے کر اس کے سامنے کیا جسے تھامتے ہوئے بھی اس کی نظریں اس کے چہرے پر تھیں۔

"ایسا لگا ہے تم روئی ہو اور کافی روئی ہو۔" حبہ نے خود کو مزید رونے سے بمشکل روکا۔

"ایسا کچھ نہیں۔"

"ہوں۔" وہ پانی پی کر اٹھا' لیکن ڈائننگ ٹیبل کے قریب پہنچ کر رک گیا۔

"کوئی آیا تھا؟" حبہ یوں اچھلی جیسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔

"کیوں؟"

"یہ کیا جواب ہوا' کوئی آیا تھا؟" اس نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔

"نہیں تو۔" وہ تھوک نگل کر بولی۔ دراب نے گہرا سانس لیا۔

"تو یہ اتنا اہتمام؟" اس نے ٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ کے لیے سب بنایا ہے۔"

"اچھا!" وہ مسکرایا۔

"پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔" اب کی بار حبہ نے اس کا سنجیدہ اور کھنچا ہوا انداز محسوس کیا۔

"میرا دل چاہ رہا تھا کہ آپ کے لیے کچھ بناؤں۔"

"میں سمجھ رہا تھا' پتا نہیں کون خوش قسمت ہے۔ جس کے لیے کھانے کا اہتمام ہوا ہے اور تم نے نیا جوڑا بھی پہنا ہے یقیناً" میک اپ بھی کیا تھا جو میرے آنے سے پہلے صاف کردیا۔" حبہ نے اس کا منہ دیکھنے لگی۔

"دراب! آپ نے کہا تھا ناکہ آج فیروز بھائی کے گھر جانا ہے۔ آپ نے یہ میرون ڈریس سلیکٹ کیا تھا۔ میں آپ کے آنے سے پہلے ریڈی ہوگئی تھی۔ میک اپ بھی کیا تھا پر میرا کاجل پھیل گیا' اس لیے مجھے دوبارہ منہ دھونا پڑا۔"

حبہ کی خود سمجھ میں نہیں آیا' وہ کیوں اتنے آرام سے اسے وضاحت دے رہی تھی۔ اسے ایک بار خیال آیا کہ اسے بتا دے کہ تابش آیا تھا' لیکن اس خیال سے کہ کل صرف اس کا فون آنے سے اس کا موڈ کتنا خراب ہوگیا تھا۔ وہ جو اس کے اتنے قریب آگیا تھا' اس فون کے بعد اس کے انداز اور نظروں میں کتنی اجنبیت آگئی تھی۔ اب بھی کہیں' اس کا موڈ خراب نہ ہو جائے' اس نے بتایا نہیں پر اس کے باوجود وہ اس سے اتنا اکھڑا اکھڑا بات کر رہا تھا حالانکہ وہ جتنے بھی خراب موڈ یا غصے میں ہو' اس سے ایسے بات نہیں کرتا تھا۔

وہ یونہی کھڑی رہ گئی جبکہ وہ بیڈ روم میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر وہ یونہی کھڑی رہی' ساری چیزیں ٹھنڈی ہوگئی تھیں اس کے جذبات کی طرح۔ وہ ٹھنڈی آہ بھر کر اندر آگئی وہ آئینے کے آگے کھڑا شرٹ کے بٹن بند کر رہا تھا۔ وہ اس سے کچھ فاصلے پر جا کر کھڑی ہوگئی' پہلے اس نے لپ اسٹک اٹھائی دراب نے کن اکھیوں سے اس کے ہونٹوں پر ابھرتے میرون کلر کو دیکھا لپ اسٹک لگا کر حبہ نے دراب کی طرف دیکھا' لیکن تب تک وہ نظریں گھما چکا تھا' اس نے مایوس ہو کر آئی لائنر اٹھالیا۔ پہلے کھولا پھر بند کردیا۔ دراب کا سارا دھیان اسی کی طرف تھا۔ لائنر رکھ کر اس نے پرفیوم اٹھالیا۔ وہ پرفیوم لگا رہی تھی جب دراب بالوں میں برش کرنے لگا۔

"لائنر کیوں نہیں لگایا؟" وہ کوئی جواب دیے بغیر پھر آئینے کے سامنے آگئی۔ اس کو اپنے ہاتھ کانپتے محسوس ہو رہے تھے۔

"مجھ سے ٹھیک لگے گا نہیں۔"

"میں باہر چلا جاؤں۔"

"ایسے کیوں کہہ رہے ہیں؟" وہ اس کے بیگانے رویے پر حیران تھی۔

"میں نے سوچا شاید میرے سامنے تم نہیں لگانا چاہتیں۔" حبہ نے افسوس سے سر ہلایا اور سر جھٹک کر بڑے انہماک کر ساتھ لائنر لگانے لگی۔

"اب ٹھیک ہے؟" اس نے دونوں آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ وہ مسکرا دیا تو حبہ کی جان میں جان آئی۔

☼ ☼ ☼
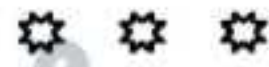
فیروز کے گھر میں اس کا والہانہ استقبال ہوا تھا۔ وہ لوگ کافی امیر تھے۔ دراب کی دوستی فیروز سے کیسے ہوئی؟ اس نے سوچا آج ضرور پوچھے گی۔ فیروز کی امی اور بھابھی اس سے منظور صاحب کا افسوس کر رہی تھیں جب اس کی شکل دیکھ کر فیروز نے ٹوک دیا۔

"امی! کوئی اور بات کریں۔ ندا تم نے بھابھی کو گھر دکھایا۔" فیروز نے اپنی بیوی سے کہا تو وہ فوراً" کھڑی ہو گئی۔

"آپ کا گھر بہت اچھا ہے۔" حبہ نے دل سے تعریف کی۔

"لیکن آپ کے گھر کے مقابلے میں تو کچھ نہیں۔ سچ دراب بھائی کی میں جتنی بھی تعریف کروں وہ کم ہے صورت کے ساتھ سیرت میں بھی یکتا ہیں بہت نرم دل کے۔ آپ کے فادر سے بھی ان کی اچانک ملاقات ہوئی تھی۔ فیروز بتاتے تھے۔ آپ کے فادر کو لے کر دراب بھائی بہت سیریس تھے۔ بڑے سے بڑے ڈاکٹرز سے انہوں نے رابطہ کیا تھا۔ میں تو ہمیشہ فیروز سے کہتی تھی وہ لڑکی بڑی لکی ہو گی جسے دراب بھائی جیسا چاہنے والا کھرا شخص ملے گا۔ ہیرا ہیں ہیرا۔"

وہ دراب نامہ شروع کر چکی تھی اور اسے دراب کی تعریف سننا بہت اچھا لگ رہا تھا دراب کے لیے اس کے دل میں عزت اور بڑھ گئی تھی۔ اس کے باپ کے لیے اس نے ہر کام بنا کسی مطلب کے کیا تھا۔

"اور آپ بھی کم نہیں حبہ! بہت کیوٹ اور پیاری آخر دراب بھائی کی چوائس بھی ان کی طرح کی ہی ہو گی نا۔ دراب بھائی کا اس دنیا میں کوئی نہیں۔ بہت کم عمر تھے جب ان کے پیرنٹس کی ڈیتھ ہو گئی، لیکن بہت اسٹرونگ ہیں، اکیلے سب کچھ ہینڈل کیا۔ ہمارے ساتھ تو ان کے فیملی ریلیشن ہیں فیروز اور دراب بھائی کو زیادہ تر لوگ بھائی سمجھتے ہیں۔ میری اور فیروز کی شادی بھی دراب بھائی نے کروائی تھی لو میرج ہے نا۔"

وہ تھوڑا شرما کر بولی تو حبہ مسکرا دی۔

"ہم سب کافی عرصے سے ان کے پیچھے پڑے تھے شادی کر لیں پر مانتے نہیں تھے۔ لڑکیوں سے ہیلو ہائے تو بہت تھی پر شادی کے لیے جیسی لڑکی چاہیے تھی وہ نہیں مل رہی تھی۔ پھر سنا تھا، کسی سے انہیں محبت ہو گئی تھی پھر پتا نہیں کیا ہوا۔ خیر فیروز نے بتایا" آپ سے شادی ہو گئی۔ اچھا ہے پھر جو قسمت میں ہوتا ہے۔"

حبہ کی مسکراہٹ سکڑ گئی تھی۔ اسے کچھ بھی یاد نہ رہا سوائے اس کے کہ وہ کسی سے محبت کرتا تھا اور اس نے صرف اس کے اور پاپا کے کہنے پر اس سے شادی کی۔

وہ دونوں لان میں چکر لگا رہی تھیں جب پورچ میں آ کر ایک گاڑی رکی اس میں سے ایک ماڈرن اسمارٹ سی لڑکی نکلی۔

"ہائے!" اس نے دور سے ہی ہاتھ ہلایا۔

"آؤ سمن! یہ سمن ہے فیروز کی پھوپھو کی بیٹی اور سمن! یہ دراب بھائی کی وائف۔"

حبہ بڑی مشکل سے مسکرائی، لیکن دوسری طرف یہ کوشش بھی نہیں کی گئی۔

"اچھا تو یہ ہے وہ جس پر دراب نے ترس کھا کر شادی کر لی۔" اس نے سر سے پیر تک اتنی حقارت سے حبہ کو دیکھا کہ حبہ کو اپنے سارے وجود میں آگ لگتی محسوس ہوئی۔ جبکہ تعارف کرواتی ندا سٹپٹا گئی۔

"سمن پلیز۔"

"اتنی توپ چیز تو نہیں ہو کہ دراب نے ساری لڑکیوں کو چھوڑ کر تم سے شادی کر لی۔"

اس کا بس نہیں چل رہا تھا حبہ کا گلا دبا دے اور کچھ ایسی کیفیت حبہ کی تھی تب ہی فیروز باہر آ گیا۔ ندا نے شکر ادا کیا۔

"ندا اور سمن! تم لوگ اندر چلو کھانا سرو کرو۔" سمن نے ایک چبھتی نظر حبہ پر ڈالی اور ندا کے ساتھ اندر کی

طرف بڑھ گئی۔
اس نے سر اٹھا کر کھلے آسمان کو دیکھا اور گہری سانس لی۔ اس کے ذہن میں بہت سے سوال تھے تب ہی اس نے اپنے قریب دراب کی آواز سنی۔
"کیا ہوا یہاں کیوں بیٹھی ہو؟" وہ کھوجتی نظروں سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔
"ایسے ہی ٹھنڈی ہوا اچھی لگ رہی تھی۔" وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔
"تمہارے چہرے سے تو نہیں لگ رہا۔ کسی نے کچھ کہا ہے؟" حبہ کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔
"آپ میرے چہرے کو اتنے غور سے کیوں دیکھتے ہیں۔" اور اب کی بار خراب موڈ کے باوجود وہ مسکرا دیا تھا۔
"کیونکہ تم جو نہیں دیکھتیں کبھی غور سے میرا چہرہ دیکھا ہے۔" حبہ نے نظریں اس کے چہرے پر جما دیں اور چند لمحوں بعد ہٹالیں۔
"میں آپ کی طرح چہرہ شناس نہیں۔" دراب نے صرف سر ہلایا تھا۔
"چلو اندر سب ویٹ کر رہے ہیں۔"
وہ گہری سانس لے کر چل پڑی ڈائننگ ہال کے اندر داخل ہونے سے پہلے دراب نے بالکل اچانک اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ اس نے حیران ہو کر اس کا چہرہ دیکھا، لیکن وہ مسکراتے ہوئے سامنے دیکھ رہا تھا۔
"آؤ بیٹا! تم دونوں کا انتظار ہو رہا تھا۔" فیروز کی امی نے مسکرا کر دونوں کو دیکھا۔
"ماشاء اللہ چاند سورج کی جوڑی ہے تم دونوں کی، نظر نہ لگے۔"
دراب نے پہلے اس کے لیے کرسی کھینچی پھر اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ فیروز نے پہلے مسکرا کر دراب کو اور پھر کن اکھیوں سے سمن کو دیکھا جو ضبط کے مراحل سے گزر رہی تھی۔
"آنٹی! سورج کون اور چاند کون؟" دراب نے پہلے اس کی پلیٹ میں چاول ڈالے اور پھر اپنی۔ اتنی عزت افزائی پر حبہ حیران ہونے کے ساتھ پزل بھی ہو رہی تھی کیوں کہ سب کی نظریں ان دونوں پر جمی تھیں۔
"تم سورج اور حبہ چاند۔"
"آپ کا مطلب ہے میں زیادہ خوب صورت ہوں کیوں کہ سورج کی روشنی زیادہ ہوتی ہے۔"
"میرے خیال میں تو چاند زیادہ خوب صورت ہوتا ہے۔" فیروز نے بھی شرارت سے لقمہ دیا تھا۔
"حبہ سے پوچھ لیتے ہیں۔ بتاؤ حبہ! دراب بھائی خوب صورت ہیں۔" اب کے ندا نے شرارت سے اسے دیکھا کچھ دیر پہلے کی بے عزتی کو دراب نے عزت میں بدل دیا تھا۔ وہ ہمیشہ ایسا ہی کرتا تھا۔ اس کے چہرے سے دل کی بات جان لیتا تھا۔ وہ جادوگر تھا۔ وہ اپنے دیے ہوئے نام پر خود ہی مسکرا اٹھی۔
"دراب سنا ہے شادی تو تم نے بڑی ایمرجنسی میں کرلی وہ بھی شاید اسپتال میں وہ تو سمجھ آتی ہے تم نے انوائٹ کیوں نہیں کیا، لیکن ولیمہ بھی نہیں کیا۔ کیا سارے پیسے وہیں خرچ ہوگئے تھے؟" سمن زیادہ دیر خود کو کنٹرول نہیں کر سکی۔ سب نے افسوس سے سمن کو دیکھا سوائے دراب اور حبہ کے۔
"تم افسوس کیوں کرتی ہو سمن! مجھے پتا ہے میری شادی کا سب سے زیادہ ارمان تمہیں ہی تھا۔ ولیمہ ہوگا تو پہلا انویٹیشن تمہیں ہی جائے گا آخر تم فیروز کی بہن ہو تو میری بھی بہن ہوئیں۔"
ندا کی ہنسی نکل گئی تھی۔ جبکہ سمن کا چہرہ بالکل لال پڑ گیا تھا اسے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔
وہ واپس آنے لگے تو فیروز کی امی نے ایک ڈبہ اس کی طرف بڑھایا۔ "یہ" وہ لیتے ہوئے ہچکچائی۔
"بیٹا! تم پہلی بار آئی ہو، دراب میرے لیے بالکل فیروز کی طرح ہے اگر دراب کی ماں زندہ ہوتی تو وہ بھی بالکل ایسے ہی تمہیں شگن دیتی۔ شگن سے انکار نہیں کرتے۔"
حبہ نے وہ پکڑ لیا۔ "دیکھو، تمہیں پسند آیا۔"
اس نے کھول کر دیکھا تو اس کو جھٹکا لگا۔ اس میں ایک بھاری گولڈ کا سیٹ اور اس سے میچنگ کڑے تھے۔
"آنٹی! یہ بہت زیادہ ہے۔" وہ پریشان ہوگئی۔
"میں نے کہا نا حبہ! شگن کو انکار نہیں کرتے۔" اس نے پریشان نظروں سے دراب کو دیکھا۔
"لے لو۔" اس کے کہنے پر اس نے پکڑ لیا، لیکن وہ خاموش ہوگئی تھی۔
"فیروز! ہمیں یہیں اتار دو۔" اپارٹمنٹ سے کچھ فاصلے پر دراب نے گاڑی رکوادی تھی۔

حبہ اور فیروز دونوں نے اسے دیکھا۔

"میرا دل واک کرنے کو چاہ رہا ہے۔" فیروز ہنس پڑا تھا۔

"تمہارا دل بھی عجیب ہے۔" وہ دونوں اتر گئے۔ دراب جو وہاں بہت چہک رہا تھا۔ اب بالکل ویسا ہو گیا جیسا کل سے تھا۔ خاموش 'سوچتا ہوا۔ اتنی خاموشی سے حبہ کو وحشت ہونے لگی تھی۔

"ہمیں آنٹی سے اتنا قیمتی گفٹ نہیں لینا چاہیے تھا۔"

"کیوں؟"

"تحفہ وہ لینا چاہیے جو آپ لوٹا سکیں' ہمارے لیے یہ سب کرنا مشکل ہے۔"

"یہ تمہارا سردرد نہیں۔"

اس کے لہجے پر وہ ایک دم چپ کر گئی۔ دراب کو خود ہی جیسے احساس ہوا۔

"میں آنٹی کو منع نہیں کر سکتا تھا۔ انہیں برا لگتا تم پریشان نہ ہو میں کروں گا۔"

"آپ سے ایک بات پوچھوں۔"

"پوچھو۔"

"آپ کسی بات سے مجھ سے ناراض ہیں۔" سامنے دیکھتا دراب تھوڑا چونکا تھا۔

"کیوں۔ تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے؟"

"آپ پہلے کی طرح بی ہیو نہیں کر رہے۔"

"مثلاً؟"

"مثلاً"؟" وہ سوچنے لگی سب کچھ ویسا ہی تھا پھر بھی کوئی ڈر ا لجھن تھی "پتا نہیں پر مجھے لگتا ہے" آپ مجھ سے کسی بات پر خفا ہیں۔"

"اچھا۔ وہ مسکرایا "تو تمہیں کیا لگتا ہے تم نے کیا غلطی کی ہے جو میں ناراض ہوں۔"

"میں نے تو کچھ نہیں کیا۔" وہ بہت سوچ کر بولی۔

"تو پھر تمہیں میری ناراضی کی پرواہ بھی نہیں کرنی چاہیے۔" حبہ رک گئی چار قدم چل کر اسے احساس ہوا کہ وہ اس کے ساتھ نہیں' اس نے مڑ کر دیکھا۔ وہ آنسو بھری آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ واپس آیا۔

"کیا میں نے تم سے کوئی شکایت کی۔؟"

"کردیں نا' مجھے پتا تو چلے کہ میں نے کیا کیا ہے۔" اس کے آنسو باہر نکل آئے وہ اس کا چہرہ دیکھنے لگا اور وہ بھی اس کو دیکھنے لگی۔

"میں تم سے ناراض نہیں ہو سکتا۔" آخر میں وہ تھک کر بولا وہ پھر بھی نہیں بلی۔

"حبہ! کیا ہوا اب؟" وہ اب جھنجلایا' اس سے ناراض ہو کر جیسے وہ خود سے ناراض ہو گیا تھا۔

"ابھی بھی نہیں صحیح۔" اس کے آنسوؤں میں روانی آگئی تھی۔ دراب کچھ دیر الجھی نظروں سے اسے دیکھتا رہا پھر مسکرا دیا۔ اس نے نرمی سے اس کے آنسو صاف کیے اور اسے گلے لگا لیا۔ اس کے آنسوؤں میں روانی آگئی۔

"ہم گھر جا رہے ہیں حبہ پاکستان میں سڑکوں پر ایسے سین ممنوع ہیں۔" اس کے شرارتی انداز پر وہ جھینپ کر اس سے الگ ہوئی۔ وہ ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔

چینج کر کے جب وہ واپس آئی تو وہ موبائل پر کچھ ٹائپ کر رہا تھا وہ اسے ڈسٹرب کیے بغیر کاؤچ پر بیٹھ کر ٹی وی دیکھنے لگی۔ لیکن تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ اس پر بھی نظر ڈال لیتی تھی۔ یہ آٹھویں دفعہ تھا جب اس نے دیکھا اور دراب نے بھی اس کی چوری پکڑ لی۔

"مجھے لگتا ہے حبہ تمہیں کچھ اور بھی کہنا ہے۔" وہ دونوں ٹانگیں صوفے سے نیچے لٹکا کر بیٹھ گیا اور وہ جی بھر کر شرمندہ ہوئی۔

"کہہ دو جو بھی دل میں ہے۔"

"میں کبھی کبھی آپ کو سمجھ نہیں پاتی۔"

"کبھی کبھی نہیں۔ تم مجھے کبھی نہیں سمجھیں۔" دراب نے مسکرا کر اس کی تصحیح کی۔ لیکن وہ اپنی الجھن میں تھی۔

"جو آپ نے مجھے اپنے بارے میں بتایا اور جو لوگ آپ کے بارے میں کہتے ہیں۔ ان میں بہت فرق ہوتا ہے' میں سمجھ نہیں پاتی۔"

"ایسا کیا فرق ہے جو تمہیں لگتا ہے۔؟"

"آپ کی اور فیروز بھائی کی دوستی بہت بڑا فرق ہے' دوستی تو ایک جیسے لوگوں میں ہوتی ہے۔"

"دوستی کے لیے ذہنی ہم آہنگی ہونی چاہیے۔ دولت دیکھ کر دوستی یا رشتے نہیں باندھے جاتے اگر ایسا ہوتا تو صرف مطلب ہی مطلب ہوتا' پیار کہیں نہ ہوتا۔"

"آج جب میں نے ندا بھابھی سے ان کے گھر کی تعریف کی تو انہوں نے کہا کہ آپ کا گھر تو اس سے بھی اچھا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟"

دراب نے کندھے اچکائے "اس کا مطلب تو وہی بتا سکتی ہیں۔"

"اور وہ ثمن جو تھی اس نے بھی بہت عجیب باتیں کیں کہ میں آپ کے قابل نہیں تھی کہاں آپ کی کلاس اور کہاں میں مڈل کلاس پتا نہیں کون سی مظلومیت دکھا کر میں نے آپ کو پھانسا ہو گا لاکھوں لڑکیاں آپ پر مرتی تھیں وہ بھی آپ سے محبت کرتی تھی "آپ کی شادی اس سے ہونے والی تھی لیکن آپ کو مجبوراً" مجھ سے شادی کرنی پڑی کیونکہ آپ بہت خدا ترس ہیں۔ کسی کا دکھ آپ سے دیکھا نہیں جاتا۔"

"ایسا اس نے کہا؟" وہ مسکرا رہا تھا۔

"یہ ہنسنے والی بات نہیں میں سیریس ہوں سب کیوں ایسا کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کیا میں واقعی آپ کے لیے ایک مجبوری تھی۔"

دراب کتنی دیر سنجیدگی سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔

"مجھے نہیں پتا لوگ کیا سمجھتے ہیں۔ مجھے اس بات سے فرق پڑتا ہے تم کیا سمجھتی ہو اور مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ تم مجھے نہیں سمجھیں۔" اور حبہ ہکا بکا رہ گئی۔

"ہر وقت شک ہر وقت طنز۔ میں فیڈ اپ ہو چکا ہوں صفائیاں دیتے دیتے۔ میں نے کبھی تم سے کوئی سوال کیا۔ تمہارا ماضی کریدا جبکہ تم ہر روز ایک نیا شک لے کر میرے سامنے کھڑی ہو جاتی ہو۔ میں نے کبھی دنیا کی پرواہ نہیں کہ وہ کیا کہتی ہے جبکہ تمہیں ساری دنیا کی پرواہ ہے۔ ایک مجھے چھوڑ کر۔ کیا کچھ نہیں کرتا۔ تمہیں خوش کرنے کے لیے بولو۔" وہ غضب ناک ہو کر بولا تو حبہ ڈر کے مارے کھڑی ہو گئی۔

"ایسا نہ کروں حبہ کو برا لگ جائے گا یہ مت کروں حبہ ہرٹ ہو گی لیکن تمہیں کبھی خیال آیا۔ میں کیا چاہتا ہوں۔ تمہاری کتنی باتیں مجھے ہرٹ کرتی ہیں۔ غور سے دیکھو مجھے۔" وہ ایک دم اس کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ "انسان ہوں میں بھی ہرٹ ہوتا ہوں اور اس سے پہلے میں ایک مرد ہوں۔" اب کے اس کے قریب جا کر اسے دونوں بازوؤں سے تھام لیا جبکہ حبہ تو سکتے میں آ گئی تھی۔

"میں کیا چاہتا ہوں۔ کبھی تمہیں اندازہ نہیں ہوا۔ مجھ پر فرض ہے کہ میں تمہاری خواہشات کا احترام کروں اور تمہارا فرض؟ میں اگر تمہارا خیال رکھتا ہوں۔ تو تمہیں لگتا ہے ترس کھا رہا ہوں۔ بوجھ ہو تم سمجھا رہا ہوں۔ شوہر بن کر دیکھنے لگتا ہوں تو اچانک تمہیں احساس ہونے لگتا ہے میں زبردستی کر رہا ہوں۔ آٹھ ماہ ہونے والے ہیں ہماری شادی کو۔ لگتا ہے شادی ہے؟ تمہیں دیکھتا ہوں تا تو دل پاگل ہونے لگتا ہے" تمہاری خاطر کس طرح خود کو روکتا ہوں۔ کہیں تم ہرٹ نہ ہو جاؤ۔ میرے پیار کو زبردستی نہ سمجھ لو۔ میری محبت کو تاوان نہ سمجھ لو۔ تھک گیا ہوں خود کو روکتے روکتے۔ مجھے تو آج تک یہ ہی پتا نہیں چلا کہ تم نے مجبوری سے آگے بھی مجھے کچھ سمجھا ہے یا نہیں شوہر کا درجہ بھی دیتی ہو یا صرف احسان کا قرض چکا رہی ہو تمہارا کزن میرے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ حبہ اس شادی سے خوش نہیں وہ صرف مجبور ہے کیونکہ وہ احسان فراموش نہیں بننا چاہتی اسے دعویٰ ہے کہ تم اس سے محبت کرتی ہو صرف مجبور ہو تم میری بیوی ہو لیکن میں ایسا دعوا کیوں نہیں کر سکتا کہ مجھے تم سے محبت ہے تم نے کبھی مجھے نہیں کہا۔ ہماری شادی کیسے ہوئی ہم دونوں جانتے ہیں تو پھر کیا واقعی سمجھوں تابش ٹھیک کہہ رہا ہے تم میرے ساتھ رہ کر احسان کا بدلہ چکا رہی ہو۔ وہ کہتا ہے میں اس قابل نہیں کہ تمہیں ساری آسائشیں دے سکوں جبکہ وہ تمہیں سب کچھ دے سکتا ہے جو تمہاری خواہشات تھیں۔ میرے لیے آج بھی تمہاری خوشی سب سے زیادہ اہم ہے مجھے کوئی حق نہیں کہ میں تمہاری خوشی چھینوں جبکہ ہم پہلے دن طے کر چکے ہیں سو تم آزاد ہو میں یہاں سے جا رہا ہوں۔ تم جب تک چاہو یہاں رہ سکتی ہو۔" وہ کہہ کر چل پڑا دروازے کے پاس وہ ایک پل کے لیے رکا تھا۔

"اور ہاں سب سے زیادہ تکلیف مجھے اس بات نے دی کہ تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تابش اس دن آیا تھا اور تم نے میرے بار بار پوچھنے پر یہی کہا کہ کوئی نہیں آیا۔ تمہارے اس جھوٹ نے مجھے بہت تکلیف دی حبہ بہت۔" وہ کہہ کر رکا نہیں تھا جبکہ حبہ تو جیسے کچھ کہنے کے قابل نہیں رہی تھی یہ ایک پل میں کیا ہو گیا تھا۔ اس کی تو دنیا ہل کر رہ گئی تھی۔ کتنی دیر تک وہ صدمے کے مارے ہل ہی نہیں سکی۔ کچھ دیر بعد جیسے اس نے چونک کر ارد گرد دیکھا حقیقت تھی وہ جا چکا تھا وہ دروازے کی طرف بھاگی کاریڈور بالکل خالی تھا وہ ان ہی قدموں سے واپس آئی اس نے اس کا موبائل نمبر ٹرائی کیا وہ بند جا رہا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح بار بار نمبر ڈائل کرتی رہی لیکن وہ تو اس کی قسمت کی طرح بند جا رہا تھا۔

"خدا کے لیے دراب! مجھے صفائی کا ایک موقع تو دیں۔" وہ بند فون میں چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔ رو رو کر وہ

نڈھال ہوگئی تھی اُسے لگ رہا تھا' وہ مرنے والی ہے اور پھر اس کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی تھی۔
جب اس کی آنکھ کھلی تو نادیہ کا چہرہ پہلے اسے دکھائی دیا۔ اس نے بے چینی سے اپنے اطراف میں دیکھا۔وہ نہیں تھا' اس کی آنکھیں پھر سے نم ہونے لگیں۔
"حبہ پلیز میری جان رو کیوں رہی ہو ہوا کیا ہے؟" وہ اس کا چہرہ سہلاتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔
"اس تابش نے میری ساری زندگی ہلا کر رکھ دی۔ زہر بو گیا دراب کے دل میں' وہ گھر آیا تو میں نے دراب کو نہیں بتایا۔ مجھے لگا ان کو علم نہیں۔ میں نے تو صرف اس لیے نہیں بتایا کہ اس کے ذکر سے ان کا موڈ خراب ہو جائے گا بس ورنہ تم جانتی ہو' میرے دل میں کوئی چور نہیں۔ دراب سے مل کر اس نے کہا ہے کہ میں دراب کے ساتھ خوش نہیں۔ مجبور ہوں اس احسان کی وجہ سے جو انہوں نے مجھ پر اور پاپا پر کیا اور میں ان سے نہیں تابش سے محبت کرتی ہوں۔ نادیہ! یہ غلط ہے' میں دراب سے بہت محبت کرتی ہوں میں نہیں رہ سکتی ان کے بغیر اور وہ مجھ سے کچھ پوچھے بغیر مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔" وہ بچوں کی طرح شکایت لگا رہی تھی۔ نادیہ نے بے ساختہ اسے گلے لگالیا۔
"وہ ایسے کیسے تمہیں چھوڑ کر جا سکتے ہیں۔ اتنی پیاری بیوی انہیں کہاں ملے گی۔"
"مجھے بہلاؤ مت نادیہ! میں نے انہیں آج تک کوئی خوشی نہیں دی۔ وہ میری آنکھیں میرا چہرہ تک پڑھ لیتے تھے اور میں کبھی اندازہ نہیں کر سکی وہ کیا چاہتے ہیں' ان کا ہر الزام جائز ہے پر ایک موقع تو دیں۔"
"یہ تابش گھٹیا انسان' خود تو شادی کر رہا ہے اور تمہاری بسی ہوئی دنیا اجاڑنے پر تلا ہے اور تم اتنی کمزور کیسے ہو گئیں حبہ! تم نے اس کا منہ کیوں نہیں توڑا۔"
"نادیہ! میں تو کچھ سمجھ ہی نہیں سکی۔ دراب تو ہر وقت میرے ناز ہی اٹھاتے تھے میں تو ان کے پیار کی عادی ہو گئی تھی۔ ابھی بھی انہوں نے آرام سے بات کی لیکن اس میں شکایت تھی' ناراضی تھی۔ الزام تھا۔ وہ دو دن سے چپ چپ تھے مجھے ذرا بھی اندازہ نہیں تھا۔"
"تم نے فون کیا؟"
"رات سے کر رہی ہوں' بند جا رہا ہے۔"
"اتنے غیر ذمہ دار تو کبھی نہیں رہے۔" نادیہ بھی پریشان تھی۔
"تم کو کیسے پتا چلا۔"
"میں نے تمہیں فون کیا تو کسی سلمیٰ آنٹی نے اٹھایا انہوں نے بتایا تم بے ہوش ہو گئی ہو اور دروازہ کھلا ہے میں اسی وقت اسی حالت میں اٹھ کر آ گئی۔ مجھے تو بالکل اندازہ نہیں تھا کہ یہاں یہ حالات ہیں۔" حبہ نے ایک بار پھر نمبر ڈائل کیا وہ اب بھی بند تھا۔ اس نے اب کے فیروز کا نمبر ملایا تھا۔
"السلام علیکم بھابھی! خیریت آج مجھے کیسے یاد کیا۔" دوسری طرف فیروز کی مسکراتی آواز سنائی دی۔
"فیروز بھائی! دراب آپ کے ساتھ ہیں۔"
"نہیں تو۔ خیریت۔" اب کہ وہ چونکا۔
"فیروز بھائی! وہ رات سے گھر نہیں آئے۔ آپ پلیز انہیں ڈھونڈیں اور جیسے ہی ملتے ہیں' میری بات کروائیں۔"
"خیر تو ہے نا بھابھی" فیروز اب پریشان ہو گیا تھا۔
"فیروز بھائی۔" وہ اب رونے لگی تھی۔ "میری کوئی غلطی نہیں' وہ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ ان سے کہیں ایک بار مجھے صفائی کا موقع تو دیں۔"
"او کے بھابھی! آپ پلیز رونا بند کریں میں دیکھتا ہوں۔" وہ اچھی طرح جانتا تھا وہ اس وقت کہاں ہو گا اور اس کی توقع کے عین مطابق وہ وہیں تھا۔
"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ پتا ہے بھابھی کتنی پریشان ہو رہی ہیں اور فون کیوں آف کر رکھا ہے۔" فیروز نے غصے سے اسے دیکھا جو آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔
"دراب! میں تم سے بات کر رہا ہوں۔"
"سن رہا ہوں۔"
"تو جواب دو تم بھابھی کا فون کیوں اٹینڈ نہیں کر رہے۔"
"کیونکہ مجھے اس سے بات نہیں کرنی۔"
"نہیں۔" فیروز حیران ہوا۔ "یہ تم کہہ رہے ہو۔"
"ہاں میں کہہ رہا ہوں۔" اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا جو لال ہو رہی تھیں۔
"مجھے حیرت ہو رہی ہے دراب! تم وہی دراب ہو جس نے حبہ کو پانے کے لیے زمین آسمان ایک کر دیے تھے۔ پیسہ پانی کی طرح بہایا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور تک بن گئے تھے' ایک فلیٹ میں رہنے لگے تھے۔"
"میں اس سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں فیروز! تم جانتے ہو۔

پر اسے آج تک وہ محبت محسوس کیوں نہیں ہوئی۔ وہ کیوں میری محبت کو احسان سمجھتی ہے۔ ایک رشتے میں میں ساری محبتیں ڈھونڈ رہا ہوں اور مجھے ایک محبت بھی نہیں مل رہی۔ کیا محبت پر میرا حق نہیں۔ پہلی نظر میں جو شدت مجھے اس کے اندر نظر آئی تھی اس نے مجھے اس کی طرف متوجہ کیا تھا۔ وہ شدت میرے لیے کیوں نہیں اس کے پیار میں۔"

"دراب! پاگل وہ تمہیں بہت چاہتی ہیں۔" فیروز کا فون پھر بج اٹھا۔ اور آنے والا فون حبہ کا تھا۔

"یہ پندرہ منٹ میں دسواں فون ہے بھابھی کا جن کو محبت نہیں ہوتی' وہ یوں رو کر بے چین ہو کر فون نہیں کرتے تم ذرا سنو' وہ کیسے رو رہی ہیں۔" دراب کچھ نہیں بولا فیروز نے فون آن کر کے اسپیکر بھی آن کر دیا۔

"ہیلو فیروز بھائی پتا چلا وہ کہاں ہیں وہ؟ ٹھیک ہیں نا۔" وہ رو رہی تھی' دراب نے مضطرب ہو کر پہلو بدلا۔

"بھابھی آپ فکر نہ کریں وہ ٹھیک ہے۔"

"فیروز بھائی! ان سے کہیں مجھے صفائی کا موقع تو دیں میں نے ایسا کوئی گناہ نہیں کیا جس کا میں جواب نہ دے سکوں' لیکن اگر انہیں لگتا ہے میں نے غلطی کی ہے تو میں معافی مانگنے کو تیار ہوں انہیں کہیں گھر واپس آ جائیں میں اکیلی ہوں' مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

اس کی آواز میں اتنا درد تھا کہ فیروز پریشان ہو گیا دراب بھی بے چین ہو کر کھڑا ہو گیا۔

"تم نے کہا تھا نا' اس لڑکی میں بڑی انا ہے غلطی پر بھی معافی نہیں مانگتی اور آج وہ بے قصور ہو کر بھی معافی مانگنے کو تیار ہے۔ صرف محبت کی وجہ سے' محبت میں انا نہیں ہوتی اب گھر چلو' اس سے پہلے وہ کچھ کر لے اور تم پچھتاتے رہو۔" فیروز نے دراب کو غصے سے دیکھا تھا۔

☆ ☆ ☆
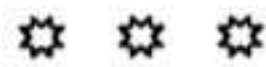
"کس کا فون تھا۔"

"بھابھی کی دوست نادیہ کا۔"

"کیوں؟" وہ پریشان ہو کر بولا۔

"ان کا بی پی بہت لو ہو گیا ہے وہ ان کو اسپتال لے کر جا رہی ہے۔" دراب ایک دم خاموش ہو گیا۔

وہ اسپتال پہنچے تو نادیہ کاریڈور میں ٹہل رہی تھی تیزی سے بڑھتے دراب کے قدم سست پڑ گئے تھے۔ نادیہ نے اسے جس طرح کی نظروں سے دیکھا تھا۔

"بہت افسوس کی بات ہے دراب بھائی' میں آپ سے یہ امید نہیں کرتی تھی۔ میری دوست تو خالص ہے آپ نے اس پر شک کیا جو باپ کے مرنے پر اتنا نہیں روئی آپ کے جانے کے تصور سے مرنے والی ہو گئی اتنی محبت نہ کرتے کہ وہ آپ سے اتنی توقعات وابستہ کر کے بیٹھ جاتی۔ آپ نے ذمہ داری لی تھی نا اس کی۔ آپ کی بیوی ہے۔ آپ کو پتا ہے لاوارثوں کی طرح زمین پر بے ہوش پڑی تھی اگر کچھ ہو جاتا آپ ساری عمر پچھتاتے۔" دراب بالکل خاموش تھا۔ فیروز نے بھی اس کی حمایت نہیں کی۔

"کیا غلطی ہے اس کی کہ اس نے چھپایا کہ تابش آیا تھا۔ اس کی وجہ بھی وہ آپ کو بتائے گی فی الحال آپ اس پردے کے پیچھے چھپ جائیں' میں آپ لوگوں کو کچھ دکھانا چاہتی ہوں۔" فیروز اور دراب نے ناسمجھی سے اسے دیکھا' لیکن وہ اندر چلی گئی تھی' دراب نے پردے کی اوٹ سے دیکھا اس کو ڈرپ لگی تھی اور کل اس کا چہرہ کتنا دمک رہا تھا' اب بالکل سفید پڑا تھا۔ دراب نے ہونٹ بھینچ لیے۔ اسی لمحے اس نے تابش کو اندر داخل ہوتے دیکھا۔ فیروز اور دراب نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"کیا ہوا حبہ کو۔" وہ اچانک اسے یوں دیکھ کر حیران ہوا۔

"میں نے تمہیں فون کیا تھا' حبہ نے مجھے تمہیں بلانے کو کہا تھا۔" نادیہ نے جواب دیا۔ فیروز نے دراب کی طرف دیکھا جس کے ہونٹ سختی سے بند تھے۔

"حبہ! دیکھو کون آیا ہے۔" نادیہ نے اس کے کان کے پاس جا کر کہا۔

"دراب۔" وہ بند آنکھوں کے ساتھ بولی۔

"آنکھیں کھولو۔" نادیہ نے اس کا چہرہ زور سے تھپتھپایا۔ اس نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔

"حبہ! میں ہوں تابش' کیا ہوا تمہیں؟" حبہ نے حیرت سے اسے دیکھا دراب کی دھڑکن تیز چلنے لگی تھی۔

"اٹھو نہیں۔" حبہ کو اٹھتے دیکھ کر تابش نے روکنا چاہا۔

"ہاتھ مت لگاؤ' گھٹیا' ذلیل انسان۔" وہ ایک دم چیخ کر بولی۔ تابش کے ساتھ دراب اور فیروز بھی دنگ رہ گئے۔ وہ بمشکل اٹھی تھی۔ اس کا سفید چہرہ یک لخت سرخ پڑ گیا تھا۔

"کیا بکواس کی تھی تم نے دراب سے میرے بارے

میں۔" تابش تو اس کا انداز دیکھ کر ہکلا کر رہ گیا۔
"جو کہنا تھا میرے سامنے کہتے۔ میری پیٹھ پیچھے میرے شوہر سے میرے خلاف باتیں کرتے ہو۔ تم کیا سمجھتے ہو' تمہاری اس حرکت سے دراب کا مجھ پر اعتماد ختم ہو جائے گا۔ ہماری محبت کم ہو جائے گی۔"
"اگر ایسا نہیں تو تم یہاں کیوں ہو؟ وہ تمہارا عاشق کہاں ہے۔" تابش نے جیسے اس کے غصے کا مزہ لیا تھا۔
"ایسا کچھ نہیں جیسا تم نے چاہا تھا۔ میں تو اس لمحے کی شکر گزار ہوں جب دراب میری زندگی میں داخل ہوئے' میں اپنے باپ کی احسان مند ہوں جنہوں نے دنیا کا بہترین انسان میرے لیے پسند کیا۔ میں دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی ہوں کیونکہ میں دراب کی بیوی ہوں۔ دنیا میں پیسہ سب کچھ نہیں ہوتا۔ میری سوچ دراب نے غلط ثابت کی ہے۔ محبت ہوتی ہے سب کچھ' تمہیں کیا لگتا ہے' مجبوری میں یہ رشتے نبھائے جاتے ہیں۔ محبت کرتی ہوں میں اپنے شوہر سے بے انتہا۔ سمجھے۔" کہنے کے ساتھ اس نے ڈرپ والی سوئی کھینچ دی۔ خون کی تیز دھار نکلی تھی۔
"حبہ! کیا کر رہی ہو۔" نادیہ گھبرا کر آگے ہوئی جبکہ فیروز نے دراب کا بازو مضبوطی سے پکڑا جو بے چین ہو کر باہر نکلنے لگا تھا۔
"تم نے مجھے سمجھا کیا تھا۔" وہ پوری آنکھیں کھول کر اس کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی اور کھینچ کر ایک تھپڑ اس کے گال پر مارا وہ ہکا بکا رہ گیا۔
"بھول گئے ہیں کیا ہوں۔ میں اپنے دشمنوں کو کبھی معاف نہیں کرتی اور جو میرے اور میرے شوہر کے درمیان آنے کی کوشش کرے گا اس کی میں ہستی مٹا کر رکھ دوں گی۔" دوسرا تھپڑ اس سے بھی زیادہ زور سے اس نے مارا تھا اس میں پتا نہیں اتنی طاقت کیسے آگئی تھی۔
"جواب تمہیں مل گیا آئندہ اپنی منحوس شکل مت دکھانا ورنہ تم مجھے جانتے ہو۔" اس نے مڑ کر میز سے قینچی اٹھالی۔
"یہ تمہارے جسم کے آرپار ہو گئی۔"
"پاگل ہو تم شروع سے' میں لعنت بھیجتا ہوں تم پر۔" تابش نے دوڑ لگا دی تھی جبکہ حبہ کا سانس بری طرح پھول گیا تھا۔
"کیا ہو گیا ہے حبہ! کول ڈاون۔"
"نہیں ہو رہا۔ میں بہت تکلیف میں ہوں۔ دراب کو بلاؤ۔ میں ان سے فائنل بات کرلوں۔"
"تم لیٹ جاؤ حبہ۔"
"نہیں نادیہ! مجھے گھر لے چلو۔"
"چلتے ہیں پہلے یہ خون تو بند ہو۔" وہ جھنجلا کر بولی اس نے پردے کے پیچھے جھانکا وہ دونوں جا چکے تھے' نادیہ کو حیرت ہوئی سب سن کر بھی۔ وہ پریشان ہو گئی۔
"بھابھی کے پاس چلو۔"
"نہیں۔" دراب تیزی سے بولا۔
"دیکھ نہیں رہے وہ کتنی پریشان ہیں اب تو سب کلیئر ہو گیا وہ تو جانتی بھی نہیں تھی تم وہاں ہو۔"
"تم نے دیکھا نہیں غصے میں وہ کیسی ہو جاتی ہے اگر اس نے مجھے چھوڑ دیا' نہیں مجھے اس کے غصہ کے ٹھنڈے ہونے کا انتظار کرنا ہے۔" فیروز قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔
"قسم سے چوہے لگ رہے ہو۔"
"جو بھی کہہ لو۔" دراب کو لگا' وہ بہت عرصے بعد مسکرایا ہے۔
"نادیہ سے رابطے میں رہنا پڑے گا۔" وہ فیروز سے کہہ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

"یار! کوئی ٹیکسی بھی نہیں مل رہی۔" نادیہ جھنجلا کر بولی۔ اسے حبہ کی فکر تھی جو کب سے کھڑی تھی' حبہ نے غور سے اس ٹیکسی کو دیکھا یہ نمبر تو اسے زبانی یاد تھا۔
"نادیہ' دراب۔" وہ ایک دم خوشی سے بولی۔
"رکو حبہ۔" نادیہ نے اسے ٹوکا جو پاگلوں کی طرح ٹیکسی کی طرف بھاگی تھی اور پیچھے پیچھے نادیہ تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے بوڑھے آدمی کو دیکھ کر اسے جھٹکا لگا۔
"جی بیٹا! کدھر جانا ہے۔" وہ الٹے پاؤں پلٹی تھی' نادیہ آگے بڑھی۔
"یہ۔ ٹیکسی کا ڈرائیور کہاں ہے۔"
"جی میں ہی ہوں۔" وہ بوڑھا حیران ہو کر بولا۔
"کیا یہ ٹیکسی دراب کی نہیں۔" حبہ نے پوچھا۔
"نہیں بیٹا! میں تیس سالوں سے یہ ٹیکسی چلا رہا ہوں۔" حبہ کو ایک دم چکر آیا تھا اگر نادیہ اسے نہ تھامتی تو وہ یقیناً گر جاتی۔
"سب ٹھیک تو ہے نا۔" وہ ٹیکسی ڈرائیور پریشان ہو کر پوچھنے لگا۔

"انکل! کیا آپ نے کبھی اس لڑکے کو یہ گاڑی رینٹ پر دی تھی۔" نادیہ نے جلدی سے حبہ کا موبائل نکال کر دراب کی تصویر دکھائی۔

"یہ۔" وہ بوڑھا مسکرا کر بولا۔ "بیٹا! یہ تو کوئی بہت بڑا صاحب ہے اس کی گاڑی سے کچھ ماہ پہلے میری ٹیکسی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ بڑی مدد کی اس نے یہ میری ٹیکسی کچھ گھنٹوں کے لیے لے جاتا تھا بدلے میں دس ہزار دیتا تھا دن کے 'بڑا نیک لڑکا ہے' اب ٹیکسی تو نہیں لیتا پر میرے بچوں کی فیس دیتا ہے پر تم لوگ کیوں پوچھ رہی ہو۔"

"آپ جانتے ہیں' یہ کہاں رہتا ہے۔" حبہ کے سارے آنسو سوکھ گئے تھے جبکہ نادیہ تو شاکڈ رہ گئی تھی۔

"گھر کا تو نہیں پر آفس کا پتا ہے۔"

"آپ ہمیں لے کر جا سکتے ہیں۔" ٹیکسی ڈرائیور نے ایک نظر دونوں لڑکیوں کو دیکھا اور سر ہلا دیا۔

سارا راستہ خاموشی میں کٹا۔ حبہ کو لگتا تھا' وہ اب بول نہیں سکتی جبکہ نادیہ سوچ رہی تھی۔ لوگوں کے کتنے روپ ہیں۔ ایک بہت بڑی ملٹی نیشنل کمپنی کے سامنے ٹیکسی رکی۔ حبہ نے سر اٹھا کر عمارت کو دیکھا۔ نادیہ کرایہ دے کر اس کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔

"مجھے لگتا ہے' وہ یہاں جاب کرتا ہے۔" نادیہ نے حبہ کو دیکھ کر کہا۔ وہ کچھ نہیں بولی۔ اس کے ساتھ اندر بڑھتے ہوئے اس کے قدموں میں مضبوطی تھی۔

"کیا مسٹر دراب یہاں کام کرتے ہیں؟" نادیہ کے سوال پر ریسپشن پر کھڑی لڑکی نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا۔

"جی نہیں۔" نادیہ نے گہرا سانس لیا۔

"وہ اس کمپنی کے مالک ہیں۔" نادیہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچی تھی۔ اس نے حبہ کو دیکھا جس کا چہرہ بالکل پتھریلا ہو گیا تھا۔

"ہمیں ان سے ملنا ہے۔"

"آپ کی اپائنٹمنٹ ہے؟" نادیہ نے سر نفی میں ہلایا۔

"سوری سر بغیر اپائنٹمنٹ کے نہیں ملتے۔"

"تمہارے سر سے ملنے کے لیے مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔" حبہ نے پھاڑ کھانے والے انداز میں جواب دیا تو وہ لڑکی گھبرا کر گارڈ کو آواز دینے لگی۔

"حبہ پلیز سنو' رکو' سب دیکھ رہے ہیں تماشا بن جائے گا۔" نادیہ دھیمے انداز میں اسے سمجھاتی ہوئی اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی جبکہ وہ بس چلتی جا رہی تھی۔

"میڈم رک جائیں۔" تین گارڈ ان کے پیچھے تھے۔

"دراب صاحب کا آفس کہاں ہے۔" حیران کھڑے اسٹاف میں سے اس نے ایک سے پوچھا اس نے گھبرا کر دائیں طرف اشارہ کیا۔ وہ تن فن کرتی آگے بڑھی تھی پیچھے منمناتی ہوئی نادیہ۔ اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا تھا۔ کمرے میں موجود پانچ نفوس نے حیرت سے مڑ کر دیکھا جبکہ ان میں سے دو کے چہروں کے رنگ اڑ گئے تھے۔

"سوری سر! یہ میڈم زبردستی اندر آ گئیں۔" گارڈ گھبرا کر صفائی دے رہے تھے۔

"تم لوگ جاؤ۔" فیروز نے کہا۔

"سرفراز صاحب پلیز ایکسکیوز زی۔" فیروز نے ان تین لوگوں سے معذرت کی جو حیران نظر دونوں لڑکیوں پر ڈالتے ہوئے نکل گئے۔

"آیئے بھابھی۔" فیروز نے سب سے پہلے خود کو سنبھالا تھا۔ حبہ کی نظریں دراب پر جمی تھیں۔ سرد' غصیلی۔

"اس سے زیادہ بھی آپ کا کوئی روپ دیکھنا باقی رہ گیا ہے۔" حبہ نے دراب سے کہا۔

"میں پاگل تھی۔" اس کا غصہ بے چارگی میں بدلنے لگا۔ "کھونے سے ڈر رہی تھی' اپنی صفائی دے رہی تھی کس کو جو خود دھوکا ہے۔"

"حبہ۔" دراب آگے بڑھا۔

"پلیز میں آپ کو نہیں جانتی۔ کون ہیں آپ ایک معمولی ٹیکسی ڈرائیور یا ایک ملٹی نیشنل کمپنی کے مالک۔"

"حبہ پلیز' میری بات سنو۔"

"میں نے کہا نا میں نہیں جانتی کون ہیں آپ۔ حبہ کو سب نے مذاق بنا دیا۔" وہ خود کلامی کے انداز میں بولی اور مڑی۔ دراب اس کے پیچھے بھاگا تھا۔

"آپ بتا تو دیتیں۔" فیروز نے نادیہ سے کہا۔

"میں کیا بتاتی' سب اتنی اچانک ہوا میں تو خود حیران ہوں۔ دراب بھائی واقعی اتنے امیر ہیں۔"

فیروز نے منہ بنایا۔ "آپ کی سوچ سے زیادہ۔"

نادیہ نے بے اختیار حبہ پر رشک کیا۔

سارے اسٹاف نے پاگلوں کی طرف اپنے ڈیشنٹ صاحب کو ایک پاگل کے پیچھے بھاگتے دیکھا تھا۔

"رک جاؤ حبہ پلیز۔" دراب نے اسے بازو سے پکڑ کر روک لیا۔

"پلیز میرا ہاتھ چھوڑ دیں ورنہ میں کچھ کر بیٹھوں گی۔"
اس کا چہرہ اس وقت واقعی جنونی ہو رہا تھا۔
"ہم گھر چل کر بات کرتے ہیں۔"
"میرا کوئی گھر نہیں۔"
"یہ فیصلہ تم بعد میں کرنا۔" دراب بھی اس کی بات سننے کو تیار نہیں تھا اس کو کھینچتا ہوا گاڑی تک لے آیا۔ مودب کھڑا ڈرائیور حیران ہو کر دیکھنے لگا۔
"تم جاؤ میں خود ڈرائیو کروں گا۔" اس نے دروازہ کھول کر زبردستی حبہ کو اندر دھکیلا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر آگیا حبہ اس کے خیال کے برعکس بالکل خاموش ہو گئی تھی۔
اس نے ہارن دیا تو بلند بالا گیٹ کھل گیا اور گاڑی ڈرائیو وے سے ہوتی ہوئی پورچ میں آکر رک گئی۔ وہ یونہی بیٹھی رہی۔ دراب نے جلدی سے اتر کر اس کی طرف کا دروازہ کھولا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔
"حبہ! دیکھو ہمارا گھر آگیا۔" وہ گم صم ہاتھوں کو دیکھتی رہی۔ ہارن سن کر تین چار ملازم باہر نکل آئے تھے۔ دراب نے اس کی چپ کو غنیمت جانا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کو گاڑی سے اتارا۔ ایک ملازم نے تیزی سے دروازہ کھولا تھا۔ باقی حیران پریشان پیچھے پیچھے تھے۔
"زرینہ اماں! یہ آپ کی بہو ہے ابھی ناراض ہے میں اسے منانے کے لیے لے جا رہا ہوں کمرے سے توڑ پھوڑ کی آواز آئے تو ڈرنے کی ضرورت نہیں اور تھوڑی دیر بعد جوس لے آئیے گا غصہ کرنے کے بعد اس کو کمزوری ہو جاتی ہے۔" سب ملازم لگتا ہے زیادہ ہی لاڈلے تھے کھی کھی کرنے لگے۔
وہ اسے بازو سے پکڑے گھسیٹتا ہوا کمرے میں لے آیا تھا اور بیڈ پر اسے بٹھا کر سب سے پہلے اس نے دروازہ لاک کیا تھا۔
"یہ ہمارا بیڈ روم ہے۔" اس نے شاہانہ انداز میں سجے بیڈ روم کی طرف اشارہ کیا۔ حبہ نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا۔
"آپ کو ذرا بھی شرم آرہی ہے۔"
"کیا بتاؤں اس وقت مجھے تم پر کتنا پیار آرہا ہے۔" وہ اس کے قریب جا کر بولا۔
"دراب! میں اس وقت کسی فضول بات کے موڈ میں نہیں۔ مجھے جواب چاہیے کیوں کیا آپ نے میرے ساتھ ایسا؟ کوئی اتنا بڑا ڈرامہ کرتا ہے کسی کے ساتھ۔ غریب ہے کے آپ مجھے آزماتے رہے۔ آپ نے تابش کو لے کر مجھ پر شک کیا۔ کیا میں آپ کو اتنی گئی گزری لگتی تھی کہ شادی آپ سے کر کے دولت کے لیے کسی اور سے محبت کی پینگیں بڑھاؤں گی۔ میرے باپ نے بڑے نیک انداز میں میری تربیت کی تھی۔ ہاں ٹھیک ہے میں نے شادی سے پہلے آپ سے کچھ کڑوی باتیں کی تھیں لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں تھا کہ آپ میرا امتحان لیتے۔ آزمائش کا حق اللہ کے پاس ہے انسان کے پاس نہیں۔ اللہ نے تو مجھے آزمایا۔ آپ نے کیوں آزمایا۔ کیا آپ کے نکاح میں آنے کے بعد آپ نے مجھے کوئی خیانت کرتے دیکھا۔ کیا میں نے کبھی آپ سے کسی بھی چیز کی ڈیمانڈ کی۔ آپ کو کسی چیز کے لیے تنگ کیا۔ میں تو پہلے آپ کی احسان مند تھی پھر آپ سے محبت کرنے لگی اتنی محبت کہ مجھے لگا کہ آپ نہیں تو میری سانسیں بند ہو جائیں گی لیکن نہیں اب کئی باتیں میری سمجھ میں آرہی ہیں کیوں لوگ امریکا دبئی کی بات کرتے تھے کیسے آپ نے میرے پاپا کے علاج پر ہزاروں خرچ کیے کیسے آپ لاکھوں کے فلیٹ میں رہتے تھے کیوں لوگ آپ کے اسٹینڈرڈ کا حوالہ دیتے تھے کیوں لڑکیاں مری جا رہی تھیں آپ سے شادی کرنے کے لیے میں اتنی پاگل کچھ سمجھ ہی نہیں سکی۔ اتنا اندھا اعتماد کر لیا تھا آپ پر جو آپ نے کہا میں نے وہی مانا دوسری طرف دھیان ہی نہیں گیا۔ آپ نے کہا آپ کو دکھ ہوا میں نے آپ کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی۔ آپ اتنے ماہ سے میرے ساتھ کیا کر رہے ہیں مجھے دھوکا نہیں دے رہے؟ تابش آیا میں نے نہیں بتایا میری غلطی تھی پر میری نیت میں کھوٹ نہیں تھا۔ مجھے پتا تھا۔ آپ کو وہ اچھا نہیں لگتا میں آپ کا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آپ نے خود ہی سب فرض کر لیا۔ میری شرم کو آپ گریز سمجھتے تھے۔ کیا کبھی آپ کے چھونے پر میں نے بے زاری کا اظہار کیا تھا جو آپ نے اس دن مجھے اتنی بڑی بڑی باتیں سنا دیں۔" اس کا چہرہ پوری طرح بھیگ چکا تھا۔ دراب کچھ نہیں بولا وہ پوری خاموشی سے اسے دیکھ اور سن رہا تھا۔
"خیر ان باتوں کی ضرورت بھی نہیں آپ نے کہا تھا مجھے حق ہے کہ میں جو چاہوں فیصلہ کر سکتی ہوں۔ میں آپ کے ساتھ اب نہیں رہنا چاہتی صرف اس لیے کہ آپ بہت امیر ہیں میں آپ کے قابل نہیں۔" وہ ایک دم کھڑی ہوئی تھی۔ اور اسی تیزی سے دراب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بٹھا لیا تھا۔
"میں اگر اتنی دیر سے سب سن رہا ہوں تو اس کا مطلب

یہ نہیں کہ جو تم کہو گی میں مان لوں گا چھوڑنے اور جانے کی بات کرنے کا سوچنا بھی مت' ورنہ تم نے ابھی میرا پاگل پن نہیں دیکھا۔" دراب کے انداز میں اتنی سختی تھی کہ وہ اندر ہی اندر ڈر کر رہ گئی۔

"تمہاری ساری باتیں اتنے تحمل سے اس لیے سنی ہیں کہ زیادہ غلطی میری ہے۔ میں نے کبھی تم پر شک نہیں کیا اور نہ کر سکتا ہوں۔ مجھے تم پر خود سے زیادہ بھروسہ ہے۔ اگر شک ہوتا تو شادی نہ کرتا مجھے صرف غصہ تھا کہ تم مجھ سے جھوٹ کیوں بول رہی ہو اور اس کے بعد تابش نے جو باتیں مجھ سے کیں مجھے بس غصہ تھا اور کچھ نہیں۔"

"غصہ ہونا اور بات ہوتی ہے' آپ نے تو مجھے سزا دی گھر سے چلے گئے مجھے اکیلا چھوڑ کر۔" وہ پھر رو پڑی تھی۔

"حبہ! میری جان۔" اس نے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ لیا۔

"نہیں ہوں میں جان وان۔" اس کے انداز پر وہ ہنس پڑا تھا۔

ہنسیے خوب ہنسیے آپ کو کیا فرق پڑتا ہے آپ تو آرام سے تھے پاگلوں کی طرح تو میں نے رات گزاری۔ اسپتال میں گئی' یہ دیکھیں۔" اس نے ڈرپ کا نشان دکھایا۔ دراب نے مسکرا کر اس کا بازو چوما۔

"اب مجھے فرق نہیں پڑتا۔" وہ منہ پھیر کر بولی۔

"واقعی!" دراب نے ابرو اچکا کر پوچھا اور اس کے چہرے کی طرف جھکا۔

"کیا ہے آپ کو۔" اس کے چہرے پر ہاتھ رکھ کر وہ گھبرا کر بولی۔

"اوکے۔ پہلے بات کر لیتے ہیں ٹھیک ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"میں نے تم سے کبھی نہیں کہا کہ میں ٹیکسی ڈرائیور ہوں تم نے خود تصور کر لیا تھا۔ ایک بات۔ دوسری بات ٹیکسی ڈرائیور بھی میں تمہارے لیے بنا' دیکھو میرا پاگل پن۔ کروڑوں کی میٹنگ چھوڑ کر میں آوارہ لڑکوں کی طرح کالج کے باہر ہزاروں لڑکیوں میں تمہیں ڈھونڈ رہا ہوتا تھا۔ تم شاید پہلی نظر کی محبت کو نہیں مانتیں پر مجھے تم سے پہلی نظر میں محبت ہو گئی تھی۔ تمہارا انداز' تمہارا انیکھا پن' بہت اچھا لگا تھا مجھے پھر انکل سے ملاقات اتفاقاً ہوئی۔

میں نے جب انکل کی مدد کی میں جانتا بھی نہیں تھا وہ تمہارے پاپا ہیں' میں بہت چھوٹا تھا جب میرے فادر کی ڈیتھ ہوئی میری مدر نے بزنس کو سنبھالا میں امریکا میں پڑھتا تھا۔ میں گریجویشن کر رہا تھا جب پتا چلا ماما کی کنڈیشن سیریس ہے میں سب چھوڑ کر آ گیا' لیکن وہ سروائیو نہیں کر سکیں میں ہمیشہ کینسر کے مریضوں کی مدد کے لیے جاتا رہتا تھا اس دن بھی ڈاکٹر نے مجھے تمہارے پاپا کے بارے میں بتایا میں نے تو ہمیشہ کی طرح مدد کی' لیکن جس دن میں نے تمہیں دیکھا تب میں نے تمہارے لیے انکل کی پوری ذمہ داری اپنے سر لے لی۔ میں نے انکل سے بڑے جھجک کر اپنے دل کی بات کی تو انہوں نے بتایا کہ تمہاری منگنی ہو چکی ہے' پتا ہے اس رات میں کتنا رویا تھا۔ تم مجھے اتنی اپنی لگنے لگی تھیں کہ تمہیں کھونے سے ڈرتا تھا پھر تم نے ایک دن اتنی کڑوی باتیں کیں کہ مجھے غصہ تو بہت آیا تھا' لیکن کر بھی کیا سکتا تھا۔ وہ تو میرا جذبہ اللہ کو سچا لگا' میری چاہت میں طاقت تھی اللہ نے تمہیں مجھے دے دیا' لیکن میں نے یہ بھی سوچ لیا تھا کہ تھوڑا تمہیں تنگ کرنا میرا حق بھی بنتا ہے۔ بس اس لیے تنگ کرتا تھا اور جہاں تک آزمانے کی بات ہے میں نے آزمایا نہیں صرف تم سے اپنی اصلیت چھپائی۔ باقی تمہارے ساتھ میں جیسا ہوں' میری اصلیت وہی ہے۔ میری محبت میں کوئی دوہرا پن نہیں' وہ تمہارے لیے بالکل پیور ہے۔ اب کچھ کہو گی نہیں۔" اسے یونہی خاموش دیکھ کر وہ بولا۔ وہ پھر بھی خاموش رہی۔

"مجھے پتا ہے حبہ میں نے تمہارا دل دکھایا ہے میں خود بھی بہت تکلیف میں رہا ہوں' اگر تم واقعی مجھ سے محبت کرتی ہو تو مجھے معاف کر دو' میں کان پکڑ کر سوری کرتا ہوں تم جو چاہے مجھے سزا دے دو' لیکن مجھے چھوڑ کے جانے کی بات مت کرنا۔" حبہ نے نظریں اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"اتنی محبت۔" اس نے گہرا سانس لے کر سوچا "وہ اتنی خوش قسمت تھی۔" وہ سر جھکا کر مسکرائی۔

"ٹھیک ہے' لیکن میں سزا ضرور دوں گی۔" دراب نے منہ لٹکا لیا۔

"آپ کو جتنے مرضی پاگل پن کے دورے پڑیں' آپ اب تین دن تک میرے قریب بھی نہیں آئیں گے۔"

"حبہ۔" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔ "یہ میں نہیں کر سکتا اب۔" وہ ماتھے پر بل ڈال کر بولا۔

"میں تین دن روتی رہی ہوں۔" اس نے جیسے یاد دلایا۔

"میں سارا حساب پورا کر دوں گا۔" وہ پیار سے بولا۔

"دور سے۔" وہ کھلکھلا کر بولتی ہوئی بیڈ کے دوسری طرف چلی گئی تھی۔